36/

براہین ماتم

از:-
مُبلّغ اعظم
حضرت مولانا محمدؐ اسماعیل
اعلی اللہ مقامہ

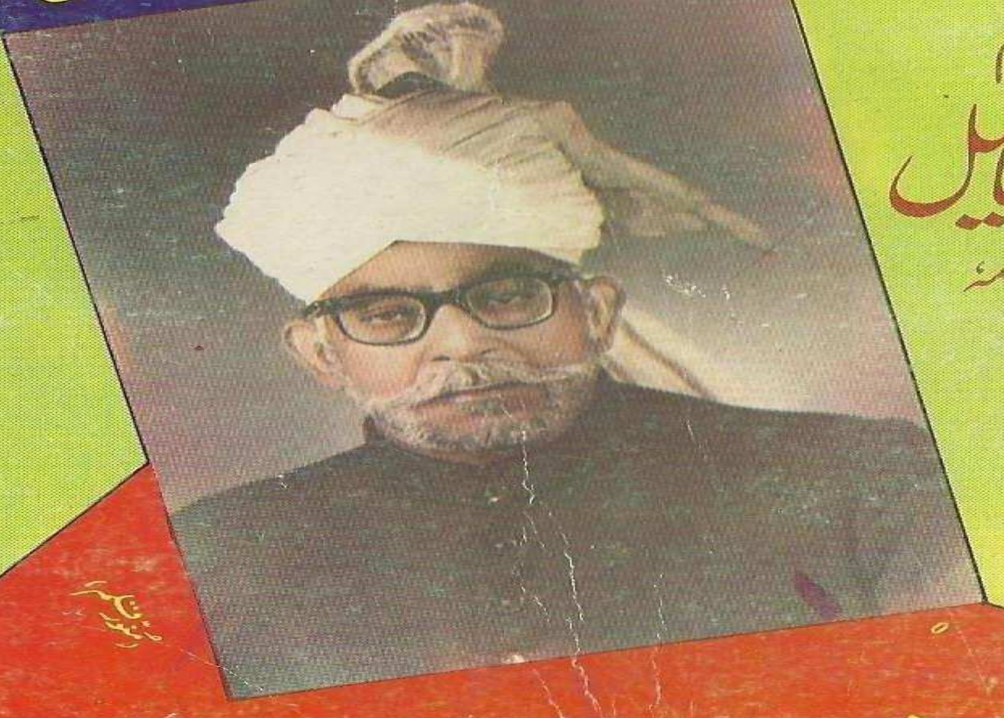

ناشر مُبلّغ اعظم اکیڈمی
5_R_22 سیٹلائٹ ٹاؤن
جوھر آباد (خوشاب)
فون نمبر
2049

جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	براہین ماتم
مصنف	مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل
قیمت	[redacted] روپے
تعداد	ایک ہزار
کتابت	شریف قادری اکبر منزل ۲ کمرہ ۶ امین پور بازار فیصل آباد

ملنے کے پتے

مبلغ اعظم اکیڈمی 22/R/5 سیٹلائٹ ٹاؤن
جوہر آباد (خوشاب)

شیعہ دارالتبلیغ گوجرہ۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِوِلَآءِ الْحُسَیْنِ وَ اَجْلٰی عُیُوْنَنَا بِالْبُکَاءِ فِیْ عَزَاءِ الْحُسَیْنِ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی آبَاءِ الْحُسَیْنِ وَ اَبْنَاءِ الْحُسَیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ حضرت مبلغ اعظم صاحب سب ارباب تنظیم کو جب ایک ایک کر کے شکست دے چکے تو مولوی دوست محمد صاحب نے ایک گشتی کھلی چٹھی عزاداری کے خلاف لکھ کر سستی شہرت حاصل کرنی چاہی اور تفاخر کی بنا پر فضلاء شیعہ کو چیلنج کر دیا۔ مگر خدا خوش رکھے حضرت مبلغ اعظم کو جنہوں نے فی البدیہہ ایسا منہ توڑ جواب دیا جس کا آج تک قریشی صاحب سے جواب نہ بن سکا۔ پہلے وہ اخبار "صداقت" میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اخبار "اسد" نے افادہ مومنین کی خاطر اس کو شائع کیا۔ مگر جواب میں صدائے برنخواست سوائے لیت ولعل کے کچھ نہ ہوا۔

اس کے بعد اکثر مومنین کی خواہش ہوئی کہ اس کو کتابی صورت

ہیں اس کو شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ مکتبہ درس آلِ محمدؐ نے اس بار کو اٹھایا اور ہمیں حکم ہوا کہ بعینہٖ کتابی صورت میں مرتب کر کے ادارہ کے پیش کریں۔ چنانچہ میں نے امتثالاً للامر حضرت مبلّغِ اعظم مولانا محمّد اسماعیل صاحب قبلہ مضامین جمع کر کے کتابی صورت میں مومنین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعی کی۔ اپنی استعداد کے مطابق صحت کا خیال بھی رکھا۔ اُمید ہے مومنین پڑھ کر عزاداری کے متعلق مطمئن ہو جائیں گے اور رگِ باطل کٹ جائے گی۔ اس کو ہم بارگاہِ سیّد الشہداء علیہ السلام میں نذر کرتے ہیں اور ان سے ملاءِ اعلےٰ میں شفاعت اور دُعا کے مستدعی ہیں۔

ان ارید الا الاصلاح و ما توفیقی الا باللہ

فقط

غیاث الدین جعفری

مرزا احمد علی لاہوری، کفایت حسین، محمّد اسمٰعیل، محمّد بشیر

اور

جملہ اکابرین مذہبِ اہلِ تشیع کے نام

صدر مبلّغ تحریک تنظیم اہلِ سُنّت پاکستان حضرت العلّامہ

مولانا دوست محمّد قریشی کی

کُھلی چِٹّھی

واضح فرمائیے:۔

۱۔ کہ کیا موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہیئت کذائیہ (بایں طرز و طریق) مذہبی حیثیت سے فرض ہے۔ سُنّت یا مستحب یا بدعت۔

۲۔ اگر فرض ہے تو آیت مع رکوع و سورہ تحریر کیجئے اور اگر سُنّت ہے تو فرمائیے کہ سُنّتِ رسولؐ ہے یا سُنّتِ آئمہؑ۔

۳۔ اگر سُنّتِ رسولؐ ہے تو سُنّت قولی ہے یا فعلی۔

۴۔ اگر سُنّت قولی ہے تو ثابت کیجئے کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

نے اس سینہ کوبی، زنجیر زنی، ماتمی جلوس، سیاہ لباس، گھوڑا نکالنے کا کہیں حکم فرمایا ہے؟

۵۔ اگر سُنّتِ فعلی ہے تو کیا حضور علیہ السّلام نے گذشتہ انبیاء علیہم السّلام کی یاد میں ایسا کیا؟

۶۔ اگر سُنّتِ آئمہ ہے تو ثابت کیجئے کہ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہٗ نے سرورِ کائنات کی وفات کے بعد آپ کی یادگار بہیئتِ کذائیہ تعزیہ بنایا اور ماتم کیا۔

۷۔ کیا سیّدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد کسی امام نے ایسے اعمال کا ارتکاب کیا۔ اگر کیا ہے تو اپنی کتابوں سے اس کا ثبوت بہم پہنچائیں اور ایک ایک حدیث کے مقابلہ میں ایک ایک سَو روپیہ انعام لیں۔ ورنہ اعلان کردیں کہ موجودہ طرز پر عزاداری یقیناً خلافِ شرع ہے اور بدعت ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

منتظرِ جواب

فقیر دوست محمّد قریشی عفی عنہٗ

"دعوتی" حضرات کو دعوتِ عام

بنقض ادلّہ عزاداری امام علیہ السّلام

ایک ایک دلیل کے مسکت خصم جواب پر

سَو سَو روپیہ انعام

ہائیکورٹ کا آخری فیصلہ ناطق ہوگا

اخبار "دعوت" مجریہ یکم ذلیقعد ۱۳۷۵ھ میں ایک کھُلی چِٹھی مُلّاں دوست محمّد دعوتی کی طرف سے شیعہ خیر البریّہ کے نام برائے اثبات مسئلہ عزاداری امام مظلوم شائع ہوئی ہے۔ جس میں حقیر کے علاوہ ہماری قوم کے مایہ ناز فضلائے عظام و نبلاء کرام کے نام بھی برائے تحصیلِ شہرت درج ہیں جس کا مطلب غریب عوام کو اُبھارنا اور اُلّو بنانا ہے۔ ورنہ مُلّاں دوست محمّد صاحب کی حقیقت، علمیّت، قابلیّت مطالعہ، مناظرہ ہم جانتے ہیں۔ اور قبل ازیں سب کچھ منصّۂ شہود پر آچکا ہے اور حقیر آپ کی ہر باب میں خاصی تواضع کرچکا ہے۔ عزاداری اور دیگر مسائل پر متعدد بار خامہ فرسائی اور طبع آزمائی ہوچکی ہے جس کا

جواب الجواب آج تک ندارد۔ حضرت کے مناظروں کی کامیابی کا معیار آج تک یہی رہا ہے کہ لوگ شیعہ ہو گئے اور کامیابی اہلِ سنّت کو ہوئی مگر آج پھر سستی شہرت کے لئے میدان گرم کرنا چاہتے ہیں سو ہمارے فضلائے نامدار کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ وَاَیَّدَهُمُ اللّٰهُ کو تکلیف کی ضرورت نہیں وہ اُس وقت بولیں جب کوئی سُنّی عالم بولے گا۔ دعوتی مُلّاؤں کی خدمت کے لئے بندہ حاضر ہے، تحریراً یا تقریراً جس طرح چاہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔

اثباتِ عزاداریِ امام مظلوم میں ہم جتنے دلائل پیش کریں اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث و اصولِ مناظرہ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ایک ایک دلیل کا مسکتِ خصم جواب باصواب دینے پر مُلّاں دعوتی کو ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

قطع نزع کے لئے ہائی کورٹ لاہور کا آخری مدلّل فیصلہ ناطق ہوگا۔ اگر دعوتی صاحب چاہیں تو ہمیں بذریعہ ہائیکورٹ لاہور چیلنج کر کے قسمت آزمائی کر لیں۔ ہم عدالت میں اپنے دلائل کی تائید اور تاکید کیلئے حاضر ہو جائیں گے۔ بصورتِ عدمِ جواب مسکتِ خصم مُلّاں دعوتی کو حسبِ وعدہ خود ہماری ایک ایک دلیل کے بدلے

سو سو روپیہ کے علاوہ یہ بھی لکھ کر دینا پڑے گا کہ عزاداری امام مظلوم علیہ السّلام کا مسئلہ شرعی اور اسلامی حق ہے۔ آئندہ اہلسنّت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ فقط

(محمّد اسمٰعیل)

اصل حقیقت

مسئلہ کا اختلاف نہیں بلکہ پسِ پردہ کچھ اور حقیقت ہے۔ لہٰذا میں موجودہ عزاداری کی شرعی حیثیت اور دلائل نقل کرنے سے پہلے شیعوں کے ماتم کرنے کی غرض اور سُنّیوں کے روکنے کی غرض اور فلسفہ ماتم حسینؑ باقوال علمائے اہلِ سُنّت عرض کئے دیتا ہوں۔ تاکہ اصل حقیقت منصّۂ شہود پر آجائے اور لوگ دشمنانِ آلِ محمدؐ کے فریب سے بچ جائیں۔ کیونکہ وہ عزاداری کو مٹا کر آلِ محمدؐ کا مذہب مٹانا چاہتے ہیں۔

فلسفہ ماتم حسینؑ

بقول شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلویؒ

شاہ صاحب جن کی ذات پر اہلِ سُنّت کی چکّی گھومتی ہے اپنی کتاب "سرّ الشہادتین" میں فرماتے ہیں کہ شہادتِ حسنینؑ دراصل رسالتمآبؐ کی شہادت ہے۔ حسنینؑ ہمایں اس شہادت میں نائب مناب سرکارِ دو عالمؐ ہیں۔ چونکہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے سرّی اور علانیہ

لہٰذا ہر دو شہزادوں پر تقسیم ہوگی۔ سبز قبا کو سرّی شہادت کا حصّہ ملا اور شہزادہ سُرخ پوش ذبیحِ نینوا شہادت علانیہ سے مخصوص ہوئے اور شہادت اعلانیہ کی بُنیاد اعلانِ شہرت پر ہے۔ پہلے اِس کا اِعلان جبریلؑ اور دیگر ملائکہ کی زبان سے نازل کیا گیا ہے۔ دوم تعیین مکان شہادت و زمانِ شہادت ہوئی۔ پھر جنگِ صفین کے موقعہ پر امیر المومنینؑ کی زبان سے اِعلان کرایا گیا۔ پھر بعد شہادت آسمان سے خون برسنا، مٹّی کا خون ہونا، ہاتفِ غیبی کی آوازیں، جنّات کی آہ و بکا، لاشوں پر شبروں اور درندوں کے پہرے قاتلوں کو ہولناک سزائیں، اُمورِ خارقِ عادت سب شہرتِ شہادت کے اسباب بنائے گئے تھے۔ دیکھو تحریر الشہادتین شرح سرّ الشہادتین از صفحہ ١٦ تا ١٨، اِس کے بعد اصل عبارت درج ہے۔ تاکہ موجودہ عزاداری اور شور و شیون آہ و بکاء جُملہ اسبابِ شہرت کی وجہ سمجھ میں آجائے۔

من اسباب الشّهرة ليطلع الحاضرون والغائبون على وقوعها بابقاء البكاء والحزن المستمر و تذكر تلك الوقائع الهائلة فى امّة الى يوم القيامة فقد بلغت

نهاية الشهرة فى الملاء الاعلىٰ والاسفل والغيب والشهادة والجن والانس والناطق والصامت۔ (التحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین مع حاشیہ المتن فارسی صفحہ ۲)۔

ترجمہ:۔ کہ یہ اسبابِ شہرت اس لئے قدرت نے پیدا کئے کہ حاضر اور غائب مطلع ہو جائیں۔ اس واقعہ کے وقوع پر بلکہ آہ و بکاء دائمی حزن و ماتم ان ہولناک واقعات کا ذکر قیامت تک جاری و ساری رکھنا اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ عالم بالا عالم دنیا جن و انس صامت و ناطق سب اس واقعہ کی شہرت سے مطلع ہو جائیں۔

لیجئے حضرات! ذکرِ حسینؑ، ماتمِ حسینؑ اور جلوسِ عزا کی اصل وجہ یہ ہے۔ اب فرمائیے کہ اسبابِ شہرت کون اختیار کر رہے ہیں اور ان کو مٹانے کے لئے کون کوشاں ہیں تاکہ دوست دشمن کی تمیز ہو جائے۔ جلوس کو روکنے والوں کی نیت معلوم ہو جائے۔

کیوں جناب! شاہ صاحب غلط سمجھتے ہیں یا آپ ہی نواصب کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کی منشاء شہادتِ حسینؑ کو شہرت دینا اور اس کا اعلان کرنا ہے اور شہرت

مستلزم عظمت و اہمیت واقعہ ہے۔ ہر شخص اپنے محبوب کا نوحہ و ندبہ کرتا ہے کہ لوگ اس واقعہ کی عظمت کے قائل ہو کر شریکِ غم ہو جائیں۔

مفہومِ ماتم بقول مولوی جامی علیہ الرحمۃ

جیسا کہ مولوی جامی اپنی مشہور کتاب شرح جامی صفحہ ۱۱ بحث حکم المندوب میں فرماتے ہیں:۔

المندوب فى اللغة ميت يبكى عليه احد و يعد محاسنه ليعلم الناس ان موته امر عظيم ليعذروه فى البكاء ويشاركوه فى التفجع۔

کہ مندوب جس کا ندبہ کیا جاتا ہے لغت میں اس مرحوم یا مقتول کو کہتے ہیں جس پر کوئی اس غرض سے روئے کہ لوگوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ اس کی موت ایک امرِ عظیم ہے تاکہ رونے میں اس کو معذور سمجھیں بلکہ شریکِ غم ہو جائیں۔ یہ ہے اصل تعریفِ ندبہ۔

اب اگر یہ مطابق واقعہ ہو تو جائز اگر تکلف اور تصنع ہو تو حرام مثلاً میت کی موت امرِ عظیم نہ ہو۔ اس کے محاسن قابلِ اتباع اور حاملِ

تقلید نہ ہوں۔ اس کی ذات واجب المحبّت نہ ہو۔ لوگوں کو شریکِ غم کرنا شرعاً منع ہو۔ ایسی جگہ یہ ندبہ منع ہو گا۔ مگر اب فرمایئے غریب الدیار کشتۂ جور و جفا، مظلومِ کربلا، فرزندِ رسولؐ، جگر گوشۂ بتولؑ کا بے رحمانہ قتل امرِ عظیم نہیں؟ کیا آپ کے محاسن کا گِن گِن کر لوگوں کو سنانا کارِ ثواب نہیں؟ کیا اِس سانحۂ جانکاہ اور عظمتِ حسینؑ کی لوگوں کو خبر دینا ضروری نہیں؟ تاکہ وہ شیعہ کو اس گریہ و ماتم میں معذور سمجھیں بلکہ شریکِ غم ہو جائیں۔

اَب فرمایئے شیعہ اَپنے امام باڑوں میں روئیں یا جلوس بازاروں میں لائیں اور کُو بکُو پھرائیں تاکہ لوگوں کو اِس امرِ عظیم کی عظمت معلوم ہو جائے آپ کے محاسن بذریعہ مراثی سُنیں اور شیعہ کو ماتم اور آہ و بکا میں معذور سمجھیں بلکہ شریکِ غم ہو جائیں۔ جو لوگ اِن جلوسوں کی مخالفت کرتے ہیں، فلسفۂ شہادت کو مٹانا چاہتے ہیں، عظمتِ حسینؑ کو گھٹانا چاہتے ہیں۔ مگر محبّانِ شاہِ تشنہ لب اس کو مٹنے نہ دیں گے۔

شِیعو! تمہارا امام **هَلْ مِنْ نَاصِرٍ** کا استغاثہ کرتا ہوا دنیا سے گیا ہے۔ اُٹھو! اور عزاداریِ مظلوم کو عام کرو۔ لوگوں کو اس

امرِ عظیم سے آگاہ کرو۔ خود روؤ اور لوگوں کو شریکِ غم ہونیکی دعوت دو اس مظلوم کی شُہرتِ شہادت عالمگیر ہو جائے۔ اثرِ شہادت سے حقیقی اسلام زندہ ہو ظلم مِٹ کر قرآن زندہ ہو تمہاری نجات اِسی میں ہے۔

اب علامہ ابنِ کثیر کی زبانی سُنیئے کہ شیعہ ماتم کیوں کرتے ہیں۔

غرضِ شیعہ از ماتمِ حسینؑ بقولِ علّامہ ابنِ کثیر
دمِشقی شافعی سُنّی

قد اسرف الرّوافض فی دولت بنی بویہ وحدود الاربعمائۃ وما حولها فکانت الدبادب تضرب ببغداد و نحوها من البلاد فی یوم عاشورا و یذر الرّماد و التّبن فی الطّرقات والاسواق و تعلق المسوح علی الدّکاکین و لیظهر النّاس الحزن والبکاء کثیر منهم لا یشرب الماء لیلتئذٍ موافقة للحسین لانّہ قتل عطشانًا ثمّ تخرج النساء حاسراتٍ عن وجوههنّ ینحن و یلطمن وجوههنّ وصدورهنّ حافیات فی الاسواق الی غیر ذالك من البدع الشّنیعۃ و الاهواء الفظیعۃ والهتائك المخترعۃ و انّما یریدون بهذا

واشباهه ان یشنعوا علی دولة بنی امیه لانّه قتل فی دولتهم ۔ (البدایه والنّهایه ص۲۰۲ جلد ششم مطبوعہ مصر)۔

کہ روافض نے حکومت بنی بویہ میں چار سو میل اور اس کے ماحول میں بڑا اسراف کیا۔ یوم عاشور بغداد اور باقی شہروں میں طبل بجائے جاتے تھے اور خاک اُڑائی جاتی تھی۔ راستوں اور بازاروں میں گھاس ڈالا جاتا تھا۔ دُکانوں میں ٹاٹ لگائے جاتے تھے ۔ حُزن وبکاء ظاہر ہوتا تھا۔ بہت لوگ ان میں سے اس دن پانی نہیں پیتے تھے ــــ تاکہ حسینؑ علیہ السّلام سے موافقت ہو جائے کیونکہ آپ پیاسے قتل کئے گئے تھے۔ پھر عورتیں برہنہ سر باہر آتی تھیں ، نوحہ اور ماتم کرتیں اور سینہ پیٹتی تھیں ، ننگے پاؤں بازاروں میں چلتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے اَور بھی بدعاتِ تشنیعہ اور خواہشاتِ فضیحہ کرتے تھے۔ اِن کی غرض اس دولتِ بنی اُمیّہ پر طعن و تشنیع اور ان کے ظلم کا اظہار تھا۔ کیونکہ حسینؑ مظلوم ان کی دولت و حکومت میں بے گناہ مارے گئے تھے۔

آپ کو معلوم ہو گیا کہ شیعہ کا مقصد ماتم حسینؑ سے شہرت غم حسینؑ

اور ظُلم کے خلاف وَاویلا ہے۔ اَب سوائے پرستارانِ یزید اِس ماتم کو کون روک سکتا ہے۔ چُنانچہ حُبدارانِ بنی اُمیّہ ماتم سے قطع نظر ذکرِ حسینؑ سے روکتے آئے ہیں۔

غرضِ نواصب اَز منع ذکرِ حسینؑ و ماتم حسین علیہ السّلام

بقولِ غزالی ذکرِ حسینؑ حرام اور موجبِ بغضِ صحابہ ہے

قال الغزالی وغیرہ ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایة مقتل الحسنؑ والحسینؑ وحکایاته وماجری بین الصّحابة من التّشاجروا لتخاصم فانّه یهیج علی بغض الصّحابة والطّعن فیهم ۔ (صواعق محرقہ ص۱۳۳ مطبوعہ مصر)۔

امام غزالی اور آمدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ واعظ پر ذکر شہادت حسنؑ و حسینؑ حرام ہے اور اس کی حکایات کا بیان کرنا منع ہے اور جنگِ صفین اور جنگِ جمل وغیرہ کے جھگڑے جو مابین صحابہ ہوئے ان کا ذکر بھی منع ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں بُغضِ صحابہ کو ہیجان میں لاتی ہیں۔

صواعقِ محرقہ کے اِسی صفحہ پہ اہلِ سُنّت کے امام ہمام ابن صلاح جو اکابر آئمہ اور محدّثینِ اہلِ سُنّت ہیں۔ ان کا صاف فتویٰ

درج ہے کہ:۔

امّا سبّ یزید و لعنہ فلیس شان المؤمنین و ان صحّ انّہ قتلہ او امر لقتلہ۔

کہ یزید کو سبّ کرنا اور لعنت کرنا مومنین کی شان نہیں۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہو جائے کہ یزید خود قاتلِ حسینؓ ہے یا اس نے ان کے قتل کا حکم دیا انتہی۔ اہلِ سنّت تو یہ ہوئی۔

بقولِ مولوی رشید احمد گنگوہی صحیح ذکرِ حسینؓ بھی حرام ہے

بعض حضرات اس قول کی تاویل کیا کرتے ہیں کہ یہ ان روایات کی نسبت فتویٰ ہے جو غلط ہوں۔ اگر صحیح روایات سے پڑھا جائے تو ثواب ہے حرام نہیں۔ مگر دیوبندیوں کے پیر و مُرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندیوں کے قطب الاقطاب نے اس تاویل کی جڑ نکال دی ہے۔ چنانچہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ ص ۱۱۳ "محرّم میں ذکرِ حسینؓ کرنا اگرچہ بروایاتِ صحیحہ ہو تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔" (فقط رشید احمد)۔

یومِ عاشورہ عملِ نواصب برعکسِ شیعہ

بقول ابنِ کثیر دمشقی ملاحظہ فرمایئے

وقد عاکس الرّافضۃ والشّیعۃ یوم عاشورا والنّواصب من اھل الشّام فکانوا الی یوم عاشورا یطبخون الحبوب و یغتسلون و یتطیّبون و یلبسون افخر ثیابھم و یتّخذون ذالک الیوم عیدًا یصنعون فیہ انواع الاطعمۃ و یظھرون السرور والفرح یریدون بذالک عناد الرّوافض (البدایہ والنّہایہ ص ۲۰۲ جلد ہشتم)۔

کہ شیعہ کے برخلاف ناصبی لوگ اہلِ شام یومِ عاشورہ خوشی کرتے تھے۔ کھاتے پکاتے، غسل کرتے، خوشبو استعمال کرتے لباسِ فاخرہ پہنتے گویا اس دن کو عید مناتے، ہر قسم قسم کے کھانے پکاتے، فرح و سرور ظاہر کرتے، یہ سب کچھ شیعہ کی ضد میں کرتے تھے۔

حضرات! ہم نے فلسفۂ ماتم غرضِ ماتمِ شیعہ اور نواصب کے اعمال آپ کے سامنے کُتب اہلِ سنّت سے جُدا جُدا لکھ دیئے

ہیں۔ اب غور کریں کہ عزاداری کرنے والوں کی کیا غرض ہے اور مٹانے والوں کی کیا۔

قرآن خوانی کے بہانے
ذکرِ حسینؑ کو روکنا بھی مکرِ یزید ہے

فلمّا سمع یزید ذالک استعمل لھم اجزاء القرآن و فرقھا فی المسجد فکانوا اذا فرغوا من الصّلوٰۃ وضعوھا بین ایدیھم لیشتغلوا بھا عن ذکر الحسین فلم یشغلھم عن ذکرھم۔ (مقتل ابی مخنف ص۱۳۸)۔

جب یزید کو معلوم ہوا کہ مساجد میں بعد نماز لوگ تذکرہ حسینؑ کرتے ہیں تو اس نے قرآن پاک کے پارے بنوائے اور مساجد میں تقسیم کر دیا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوں تو ان کے سامنے فوراً یہ پارے رکھیں تاکہ لوگ ان میں مشغول ہو جائیں اور ذکرِ حسینؑ بھول جائیں۔ مگر ان کو ذکرِ حسینؑ سے کوئی چیز نہ روک سکی۔ آخر یزید اہلبیتؑ کی رہائی کے لئے مجبور ہوا اور اپنی برّیت کرنے لگا۔ آج بھی دعوتی لوگ یہی تجویز سوچ رہے ہیں اور یہی حیلے بنا رہے ہیں تاکہ لوگ ذکرِ حسینؑ

سے رک جائیں اور حقیقت نہ کھلے۔

خلاف عزاداری واویلا کی اصل حقیقت یہ ہے۔ اختلافِ مسائل تو ایک بہانہ ہے مگر اس بہانہ کی حقیقت بھی آپ کے سامنے رکھ دیں گے کہ یہ بھی کمزور اور تارِ عنکبوت ہے اور عزائے امام مظلوم ہزارہا دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ مشتے نمونہ از خروارے بھی عرض ہو رہا ہے۔

موجودہ عزاداری بہیئتِ کذائیہ

موجودہ عزاداری بہیئت کذائیہ کا تعلّق فقہ سے ہے نہ کلام سے اور فقہی احکام کے ارکانِ اربعہ کتاب و سُنّت اجماع اور قیاس مستنبط ہیں۔ دیکھو (التّوضیح والتّلویح ص۱۷، نورالابصار ص۱۷، حسامی ص۲، اصول الشّاشی ص۱)۔

پس ہمارا دعویٰ ہے کہ موجودہ عزاداری بہیئتِ کذائیہ مجموعہ ہے چند امور کا جس میں بعض چیزیں واجب اور بعض سُنّت اور مستحب ہیں اور بعض مباح اور بعض جائز موجبِ ثواب کے درجہ میں داخل ہیں۔ کتاب و سنّت سے بعبارۃ النّص اور دلالت النّص، اقتضاء النّص

اجماع اور قیاس صحیحہ شرعیہ سے سب کا ثبوت موجود ہے یعنی ادلہ اربعہ شرعیہ سے مسئلہ عزاداری ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آرہی ہے۔ اب نمبر وار جوابات سُنیئے:۔

سوال نمبر ۱

سوال دعوتی

کہ کیا موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہیئت کذائیہ بایں طرز و طریق مذہبی حیثیت سے فرض ہے یا سنّت ہے یا مستحب ہے یا بدعت ؟

الجواب

مجموعی طور پر من حیث الکل عزاداری کو فرض یا سُنّت کہنا یا ثبوت مانگنا مسائلِ شرعیہ بلکہ اصولِ اسلامیہ سے جہالت ہے۔ اصولِ اسلامیہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے کوئی چیز بھی بہیئتِ کذائیہ من حیث الکل تمام کی تمام فرض یا سُنّت نہیں بلکہ ہر اصل بہیئتِ کذائیہ مجموعہ ہے فرض، سُنّت، مستحب، مباح اور بدعتِ حسنہ کا۔ مثلاً نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ اخیرہ مقدار تشہد اور باقی قرأت فاتحہ، ضم سورہ، مراعات الترتیب

قعدہ اولیٰ قرأت تشہد فی الآخرہ قنوت فی الوتر و تکبیرات عیدین، جہری نمازوں میں جہر سری میں اخفاء واجب ہیں۔ رفع الیدین، قرأت، ثنا، ارسال الیدین عند المالک اور وضع الیمین علی الیسار عند ابی حنیفہ، آمین، قومہ، جلسہ تسبیح سُنّت ہیں۔ طول قرأۃ اطمینان وغیرہ مستحب ہیں۔ (دیکھو ہدایہ صـ۹۹ جلد اوّل، فتح القدیر صـ۱۱۸ جلد ۱)

اور نماز تراویح بایں ہیئت کذائیہ بدعت حسنہ ہے دیکھو صحیح بخاری صـ۲۶۹ جلد اوّل)۔

اب نماز کی نسبت یہ سوال کرنا کہ نماز بایں طرز و طریق تمام کی تمام مجموعی طور پر فرض، سُنّت یا مستحب ہے۔ سائل کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ موجودہ نماز بایں ہیئت کذائی میں کتنی چیزیں فرض، کتنی واجب، کتنی سُنّت، کتنی مُستحب اور کتنی نعم البدعت ہیں تو صحیح ہوگا۔ باقی رہا دعوتی صاحب کا بایں ہیئت کذائیہ پر زور دینا اپنے مذہب سے جہالت کا نتیجہ ہے اور سُنّت کے مفہوم سے عدم واقفیت پر دال ہے۔ سو ہماری گذارش ہے کہ اگر اصول ادلہ یعنی جواز اور عدم جواز کے دلائل کی ضرورت نہیں اور سوال صرف ہیئتِ کذائیہ کا ہے تو قریشی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے اپنے مذہب کو بہیئتِ

کذائیہ بایں طرز و طریق ثابت کرلیں۔ اس کے بعد شیعہ سے یہ سوال کریں۔

بدعت اوّل

مثلاً پہلے خلفاء ثلاثہ کی خلافت ثابت کریں کہ اس کا ثبوت قرآن میں ہے یا حدیث میں۔ اگر قرآن میں ہے تو خلافت کو نصّی مان کر آیت پیش کریں۔ اگر حدیث میں ہے تو اجماع کو جواب دے کر حدیث کی طرف آئیں اور صحیح مسلم جلد ۲ صہ ۱۲۰ میں ہے لم یستخلف رسول اللہ کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ قولِ حضرت عمرؓ سامنے رکھ کر جواب دیں، ورنہ اِس خلافت ثلاثہ کو بھی بدعت تسلیم کریں اور کُلّ بدعۃ ضلالۃ کا مصداق سمجھیں۔

بدعت دوم

اپنے مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کا وجود بایں ہیئتِ کذائیہ بایں طرز و طریق حدیث یا قرآن سے ثابت کریں کہ تقلید شخصی واجب ہے، اور حق منحصر مذاہب اربعہ میں ہے۔ اور اِن کی فقہ کا وجود بایں ہیئتِ کذائیہ عہدِ رسالتمآبؐ یا عہدِ صحابہ

میں دکھلائیں۔ اور ثابت کرتے وقت یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا جو حجۃ اللہ البالغہ صہ ۱۴۰ میں ہے، سامنے رکھیں کہ

لم یکن الفقه فی زمانه الشریف مدوّناً ولم یکن البحث فی الاحکام یومئذٍ مثل البحث من هٰؤلآء الفقهاء حیث یبینون باقصیٰ جهدهم الارکان والشروط وآداب کل شیئٍ ممتازاً من الآخر بدلیله ویفرضون الصّور ویتکلمون علیٰ تلک الصّور المفروضة۔

حضورؐ کے زمانہ میں فقہ مدوّن نہ تھی۔ احکام شرع میں ان دنوں ایسی بحثیں نہ ہوتی تھیں جیسے یہ فقہاء کرتے ہیں جو انتہائی جدّ و جہد سے ارکان و شروط بیان فرما رہے ہیں اور ہر چیز کے آداب ایک دوسرے سے ممتاز کر رہے ہیں اور حجۃ اللہ البالغہ کا باب در حکایۃ حال النّاس قبل المائۃ الرّابعۃ وبعدہا صہ ۱۵۲ ج ۱ مطبوعہ مصر میں یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اعلم انّ النّاس کانوا قبل المائۃ الرّابعۃ غیر مجتمعین علی التّقلید الخاص لمذهب واحد بعینه قال ابو طالب المکی فی قوت القلوب انّ الکتب والمجموعات محدثةٌ والقول بمقالات النّاس والفتیاء بمذهب الواحد من

الناس واتخاذ قوله والحکایة له من کل شیٔ والفقه علیٰ مذهبه لم یکن الناس قدیماً علیٰ ذالک فی القرنین الاوّل والثانی وبعد القرنین حدیث فهم شیٔ من التخریج غیر ان اهل المائة الرابعة لم یکونون مجتمعین علی التقلید الخالص علیٰ مذهب واحد۔

کہ لوگ چوتھی صدی سے پہلے ایک مذہب پر جمع نہ تھے نہ ایک مذہب کی تقلید خاص کرتے تھے۔ ابو طالب مکیؒ نے قوت القلوب میں کہا کہ کتابیں اور مجموعہ جات سب بدعت اور محدثات ہیں۔ اقوال الناس کا نقل کرنا مذہب واحد پر فتویٰ دینا، فقہ پڑھنا قرن اوّل اور ثانی میں بالکل نہ تھا۔ یہ چیزیں دونوں قرنوں کے بعد حادث ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ چوتھی صدی کے لوگ بھی ایک مذہب پر جمع نہیں تھے۔ الخ

کیوں صاحب! یہ آپ کے چاروں مذہب بایں ہیئت کذائیہ بدعت ثابت ہوئے یا نہیں۔ اگر ان کے ماننے کا حکم بایں ہیئت کذائیہ ثابت کرو یا قرن اوّل یا ثانی میں ان کا وجود مسعود بایں ہیئت کذائیہ دکھلاؤ تو ایک حدیث کے بدلے ہزار ہزار روپیہ انعام لو۔ اگر یہ باوجود بدعت بھی مقبول ہیں تو صرف عزاداری حسینؑ مظلوم ہی

پر زور کیوں ہے؟ جس کے ہزاروں ثبوت موجود اور تمہارے آئمہ اربعہ کے مذاہب سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔

اگر یہ کہو کہ اس وقت ان کی ضرورت نہ تھی۔ لوگ رسولؐ اللہ کو دیکھ کر وضو کر لیتے تھے، نماز پڑھ لیتے تھے یعنی اصل موجود تھی۔ ہم کہیں گے کہ اس وقت تعزیہ اور ذوالجناح کی شبیہ کی بھی ضرورت نہ تھی، حسینؑ موجود تھے۔ ان کا گھوڑا موجود تھا۔ لوگ دیکھ کر متاثر ہوتے تھے، محبت کرتے تھے۔ رسولؐ اللہ ذکر حسینؑ کرتے تھے۔ لوگ سنتے تھے۔ رسولؐ اللہ مصائب حسینؑ بیان کر کے روتے تھے لوگ سن کر روتے تھے۔ اصل کے ہوتے نقل کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں! ماتم حسینؑ ہوا، ذکر حسینؑ ہوا، لوگ روئے، رسولؐ اللہ روئے ثبوت عنقریب آرہا ہے۔

بدعت سوم

آپ نے حضرت عمرؓ کی نعم البدعت تراویح شریف بایں ہیئت کذائیہ جس طرح آج کل پڑھی جاتی ہے باجماعت با مواظبت بعد نماز عشاء متصلاً ختم حفاظ کی خریداری بیس رکعت، پورا مہینہ رمضان

شریف لفظ تراویح اگر حدیث مرفوع متصل صحیح سے دکھلاویں تو فی حدیث منہ مانگا انعام پاویں گے۔ مگر ثابت کرتے وقت حضرت عمرؓ کا یہ قول مشکواۃ شریف ص۱۱۵ سے والناس یصلون الصلواۃ قاریہم قال عمر نعم البدعۃ

کہ لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا، بدعت ہے مگر اچھی ہے، پیشِ نظر رہے کیوں صاحب! اگر حفظِ قرآن بقاء قرآن کی خاطر بدعت عمر یہ اہتمام یہ احترام ہو سکتا ہے تو بقاءِ ذکرِ شہادت کی خاطر اہتمام برائے عزاداری کیوں نہیں ہو سکتا جبکہ قرآن اور اہل بیت دونوں کی یکساں ضرورت ہے اور ان کا افتراق محال ہے۔

بدعت چہارم

اپنے حضرت عثمان کی اذان اول بروز جمعہ بھی بحدیث رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کیجئے اور انعام لیجئے۔ مگر ثابت کرتے وقت بخاری شریف ص۱۲۴ جلد اوّل مطبوعہ اصح المطابع باب الاذان یوم الجمعہ سے یہ روایت سامنے رکھیئے۔

عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد النبی وابی بکرٍ وعمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابو عبد اللہ الزوراء موضع بالسوق بالمدینۃ

کہ سائب بن یزید سے روایت ہے کہ روزِ جمعہ صرف اوّل اذان ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ بزمانہ رسالتمآبؐ اور بعہد ابوبکر وعمر لیکن جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو تیسری اذان بڑھا دی گئی جو بازارِ مدینہ میں مقام زوراء پر کہی جاتی تھی۔

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص۴۵۲ سے یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ پھر ہشام بن عبد الملک نے عثمان کے اسّی سال بعد حکم دیا کہ یہ اذان محدثہ عثمان مسجد کے اندر کہی جائے۔ چنانچہ آج تک یہی مروّج ہے پھر فرمایئے کہ اذانِ جمعہ بہیئت کذائیہ سنّت عثمان یا ہشام ہے یا سنّتِ رسولؐ۔ اگر یہ سنّتِ ہشام ہے اور اس کا اہتمام باوجود بدعت ہونے کے موجبِ ثواب سمجھا جاتا ہے تو عزاداری مظلوم پر کس منہ سے اور کس اصول سے اعتراض؟

بدعت پنجم

تثویب بعد الاذان :۔

ذرا آگے بڑھ کر اپنی تثویب بعد اذان کی بدعت بھی بہیئتِ کذائیہ ثابت کیجئے اور ہر حدیث پر سو سو روپیہ انعام دیجئے یا اپنے فقہاء پر بدعتی کا فتویٰ لگائیے اور کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار کا مصداق ٹھہرائیے۔

ذرا قاضی خاں صـ۳۹ کتاب الصلوٰۃ جلد اوّل سے بھی ملاحظہ فرمائیے :۔ ولا باس بالتثویب فی سائر الصلوٰۃ الخمس فی زماننا و تثویب کل بلدۃ ما تعارفہ اھل تلک البلدۃ و یجوز تخصیص کل من کان مشغولاً بمصالح المسلمین بزیادۃ الاعلام۔

ترجمہ :۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ہر پانچ نمازوں میں تثویب کہنے کا کوئی حرج نہیں اور تثویب ہر شہر کی علیحدہ حسب عرف شہر ہوگی، اور جائز ہے بالتخصیص نام لینا تثویب میں ہر اس شخص کا جو مسلمانوں کی کسی نیک مصلحت میں مشغول ہو، ساتھ زیادتی اعلام کے۔

اور دُرِ مختار صـ۶۳ میں ہے (تثویب کے معنی بعد اذان قبل اقامت امراء اور خواص کو دوبارہ اطلاع دینا ہے)۔

ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ۔

کہ اذان اور اقامت کے درمیان تثویب کہنی چاہیئے۔ سب نمازوں میں ہر شخص کے لئے حسب عرف عام اور اس تثویب کی تفصیل ہدایہ شریف میں تو بالتفصیل آئی ہے۔ دیکھئے ہدایہ جلد اوّل صـ۴۸ میں :۔

والتثویب فی الفجر حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الفلاح مرّتین بین الاذان والاقامۃ حسنٌ لانّہٗ وقت نوم و غفلۃ وکرہ فی سائر الصلوٰۃ و معناہ العود الی الاعلام و ھو علی حسب ما تعارفوہ و ھذا تثویبٌ احدثہ علماء الکوفۃ بعد عھد الصحابۃ لتغیّر احوال النّاس و خصّوا الفجر بہ کما ذکرناہ والمتاخرون استحسنوہ فی الصّلوٰت کلّھا لظھور التّوانی فی الامور الدّینیہ و قال ابویوسف لا اریٰ باساً ان یقول المؤذّن للامیر

فی الصلوٰت کلّہا السّلام علیک ایّہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حیّ علی الصّلوٰۃ حیّ علی الفلاح الصّلوٰۃ برحمک اللہ۔

کہ نمازِ فجر میں اذان اور اقامت کے درمیان تثویب بھی اَحسن اور اچھّی ہے۔ کیونکہ وہ وقتِ نیند اور غفلت ہے اور باقی نمازوں میں مکرُوہ ہے۔ تثویب کے معنی دوبارہ اطلاع دینا ہے اور کلماتِ اَذان حسب عرف ہوں گے اور یہ تثویب علماء کی ایجاد اور احداث یعنی بدعت ہے جو اُنہوں نے صحابہ کے بعد ایجاد کی لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ سے اَور وقتِ فجر کو نیند اور غفلت کی وجہ سے خاص کیا۔ ورنہ علماء متاخرین ہر نماز میں اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اُمورِ دینیہ میں کاہلی اور سُستی رُونما ہو چکی ہے۔ اور قاضی اُبُو یُوسف فرماتے ہیں۔ کہ مَیں کُچھ حرج نہیں سمجھتا کہ مؤذّن صاحب بعد اذان ہر امیرِ وقت کے گھر جائیں اور سامنے کھڑے ہو کر کہیں السّلام علیک ایّہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حیّ علی الصّلوٰۃ — دوبارہ سُن لیں۔

اور ہدایہ کے حاشیہ ۸ ص۸۴ پر یہ بھی ہے کہ انّ علیّاً رأی مؤذّناً یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد

کہ جناب امیرؑ نے ایک مؤذّن کو وقتِ عشاء تثویب کہتے دیکھا تو فرمایا۔ اس مبتدع کو جلد مسجد سے نکال دو۔

کیوں صاحب! علیؑ ولی اللہ اگر کہا جائے تو بدعت مگر یہ تثویب احسن۔

حضرات! یہ تثویب کی بدعت ہے۔ عزاداری کا بہئیتِ کذائیہ ثبوت مانگنے والوں کے مذہب کی حالت ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

بدعت ششم

نیّت نماز بالفاظ زبان بھی بدعت ہے

نماز کی نیّت بہئیتِ کذائیہ جس طرح تمہاری کتابوں میں لکھی ہے اور جس طرح تمہارے عوام دو رکعت نماز فجر کی پڑھتا ہُوں واسطے خدا کے پیچھے اس امام کے بندگی خدا کی پڑھتے ہیں۔ حدیث میں دِکھلائیے اور فی حدیث اپنا مقرر کردہ انعام لیجئے اَور دکھلاتے وقت ہدایہ ص۹۱ جلد۱ میں یحسن ذالک الاجتماع عزیمتہ۔ کہ نیّت بزبان کرنی بہتر ہے تاکہ عزم نماز مجتمع ہو جائے اور اس کا حاشیہ ۱ ص۹۱ بھی ملاحظہ فرما لیجئے کہ:۔

یحسن ذٰلك اختلفوا فی ذٰلك اختلافًا کثیرًا فمن قائل انّہٗ بدعة ومن قائل انّہٗ مکروہ و من قائل انّہٗ سنّة و من قائل انّہٗ مستحبّ والاصحّ انّہ بدعة حسنة ۔

نیّت بزبان کرنے میں بہت اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں بدعت ہے ، بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مستحب سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ ہے ۔

سُبحَانَ اللّٰہ !

خود تو پانچ وقت نماز میں بدعتِ حسنہ کا ارتکاب کریں اور شیعہ سے عزاداری امام مظلوم کا بحیثیّتِ مجموعی اور بہیئتِ کذائیہ ثبوت طلب کریں ۔ کیوں جناب ! آپ کس حدیث سے یہ بدعتِ حسنہ کر رہے ہیں ۔ اور عوام کو منع نہیں کرتے ، کتابوں سے کاٹ نہیں دیتے ۔ انصاف کہاں ہے ، عقل کس کونے میں ہے ۔

اہلِ سُنّت کی بدعت ہفتم بقرآن کریم موجودہ

موجودہ قرآن کریم بہیّتِ کذائیہ بایں طرز و روش جیساکہ ہے

مع زیروزبر ، رکوع و ربع ، عشر ، خمس نقاط ، نشانات ، آیات ، خواتم و فواتح ، تقسیم اجزا بہ تیس پارہ و سات منزل بحدیث رسالتمآب صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ثابت کیجئے اور ہر حدیث کے بدلے سو سو روپیہ انعام لیجئے اور ثابت کرتے وقت حضرت امام غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین ص۲۸۳ باب آدابِ تلاوت ، جلد اوّل مطبوعہ مصر سے اپنے بزرگوں کے یہ اقوال بھی سامنے رکھیئے

لیسۃ کتابت القراٰن و تبیینۃ ولا باس بالتّقط والعلامات بالحمرة وغیرها فانّها تزئین و تبیین وصدٌّ عن الخطاء واللّحن لمن یقرءُہٗ وقد کان الحسن وابن سیرین ینکرون الاخماس والعواشر والاجزاء روی عن الشّعبی وابراهیم کراهیة النّقط بالحمرة واخذ الاجرة علیٰ ذالك وکانوا یقولون جرّدوا القراٰن والظّنّ بهٰؤلآء انّهم کرهوا فتح هٰذ الباب خوفًا من ان یوٴدّی الی الاحداث زیادات وحسمًا للباب و تشوّقًا الیٰ حراسة القراٰن عمّا یطرق الیه تغییرًا و اذا لم یوٴدّ الیٰ محظور واستقراء

امر الامّة فيه على ما يحصل به مزيد معرفةٍ فلا باس به ولا يمنع من ذالك كونه محدثاً فكم من محدث حسن كما قيل فى اقامة الجماعة فى التّراويح انّها من محدثات عمر وانّها بدعة حسنةٌ انّما البدعة المذمومة ما يصادم السنّة القديمة او يكاد يقضى الى تغييرها وبعضهم كان يقول اقراء فى المصحف المنقوط ولا انقطه بنفسى وقال الاوزاعى عن يحيى بن ابى كثير كان القراٰن مجردًا فى المصاحف فاوّل ما احدثوا فيه النّقط على البآء والتّآء وقالوا لا باس به فانّه نورٌ له ثمّ احدثوا بعده نقطاً كباراً عند منتهى الآى فقالوا لا باس به يعرف به راس الآية ثمّ احدثوا بعد ذالك الخواتم والفواتح قال ابوبكر الهزلى سألت الحسن عن تنقيط المصاحف بالاحمر فقال وما تنقطها قلت يعربون الكلمة العربية قال اما اعراب القراٰن فلا بأس به وقال خالد الحذّاء دخلت على ابن سيرين فرأيته يقرء فى مصحف منقوط و قد

كان يكره النقط وقيل انّ الحجاج هو الّذى احدث ذالك واحضر القرّاء حتّٰى عدوا كلمات القراٰن وحروفه وسوّوا اجزاءهٗ وقسّموا الى ثلاثين جزءًا والى اقسام اُخر۔

ترجمہ:۔ قرآن کی کتابت کو اَحسن اور روشن کر کے لکھنا مستحب ہے، نقطے اور علامات کو سُرخی وغیرہ کے ساتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ زینت اور وضاحت ہے اور قاری کو خطا اور غلطی سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگرچہ حَسن بصری اور ابن سیرین خمس، عشر اور تقسیم در اَجزاد کے مُنکر تھے۔ شعبی اور ابراہیم سے سُرخی کے ساتھ نقطے لگانے اور تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کی کراہت منقول ہے اور وہ کہتے تھے کہ قرآن کو نقاط اور اعراب سے مجرّد رکھو۔ ان لوگوں کی نسبت جو ان چیزوں کے مُنکر تھے۔ ظن غالب یہ ہے کہ وہ یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ کہیں زیادتیوں کے احداث کا دروازہ نہ کھُل جائے۔ لہٰذا وہ اس دروازہ کو بالکل بند رکھنا چاہتے تھے اور تغیّرات سے حفاظتِ قرآن کا ان کو شوق تھا۔ لیکن جب یہ خطرہ

جاتا رہا اور امرِ اُمّت اس بات میں مضبوط ہو گیا اور اس کے علاوہ یہ چیزیں زیادتی معرفت کے حصُول کا سبب بھی ہیں تو کوئی حرج نہیں اور ان کے کرنے سے ان کا بدعت اور محدث ہونا نہیں روک سکتا۔ کیونکہ کتنے نئے کام اور بدعات ہیں جو اَچھّے ہیں۔ جیسا کہ تراویحوں میں جماعتوں کا قائم کرنا اگرچہ بدعاتِ عمر یہ سے ہے لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کرنے کا کوئی حرج نہیں۔ بدعتِ مذمومہ تو وہ ہے جو سُنّتِ قدیمہ سے ٹکر کھائے یا سُنّت بدلنے کا موجب ہو اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ میں مصحف منقوط کو پڑھ تو لیتا ہوں، لیکن خود نقطے نہیں لگاتا۔ اور اوزاعی نے کہا کہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ قرآن پہلے مصاحف میں مجرّد تھا۔ پس اس میں پہلی بدعت با تا آ وغیرہ کے نقاط کی ایجاد ہے۔

"اور بزرگوں نے کہا کہ اس کا کوئی حرج نہیں"۔ کیونکہ یہ قرآن کے لئے ایک قسم کا نور ہے۔ پھر اس کے بعد بڑے بڑے نقطے آیتوں کے خاتمے پر ایجاد کئے گئے۔ پھر اس کے بعد اُنھوں نے کہا کہ "اس کا بھی کوئی حرج نہیں"۔ کیونکہ اس سے آیات کا خاتمہ پہچانا جاتا ہے۔ اس کے بعد سُورتوں کے خواتم اور فواتح ایجاد کئے گئے

ابو بکر ہذلی نے کہا، مَیں نے حسن بصری سے قرآن کو سُرخ نقطے لگانے کی نسبت پُوچھا۔ تو اُنہوں نے کہا آپ کیوں نقطے لگاتے ہیں تو میں نے کہا کہ لوگ کلمے کو عربی کے ساتھ معرّب کرتے ہیں۔

"اُنہوں نے فرمایا اعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں"۔ خالد الحذاء نے کہا میں ابنِ سیرین کے پاس گیا تو وہ منقوط پڑھ رہے تھے حالانکہ وہ نقطے لگانا مکرُوہ سمجھتے تھے۔ اَور یہ بھی روایت ہے کہ یہ سب کچھ حجاج نے احداث کیا۔ اس نے قاریانِ قرآن بُلائے رحتّیٰ کہ اُنہوں نے کلمات اور اس کے حروف شمار کئے اور اس کے اجزاء کو برابر کیا اور تیس۳۰ پاروں میں تقسیم کر دی۔ باقی رُبع رکوُع وغیرہ کی قسمیں بھی اُنھوں نے بنائی ہیں"۔

اَب سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید بھی بہیئتِ کذائیہ بایں طرز و طریق جیسا کہ اب موجود ہے، بر سُنّتِ رسُولِ خدا نہیں بلکہ حضرت حجاج علیہ ما علیہ کی احداث ہے۔

اگر قرآن کے نقطے بدعت، اعراب بدعت، تیس۳۰ پاروں کی تقسیم بدعت ربع عشرہ بدعت اور رکوعات بدعت، خواتم بدعت اور باوجود ایں ہمہ بدعاتِ حسنہ اس کا پڑھنا سُننا۔

موجب ثواب اور رحمت ہے

تو دعوتی صاحب کا عزاداری کی نسبت بایں ہیئت کذائیہ سوال کرنا تاریخ، قرآن و حدیث سے کس قدر جہالت ہے۔ اِن سے کون پوچھے کہ حضرت اگرچہ یہ چیزیں حفاظتِ قرآن اور زیادتی معرفت کا موجب ہیں تو ہمارے لئے موجودہ رسُومِ عزا ذوالجناح، تعزیہ اگرچہ بعد کی ایجاد ہے موجب زیادتی غمِ حسینؑ کا موجب ہیں۔ اور جب غمِ حسینؑ موجب ثواب اور موجب نجات ہے تو اس کے جملہ اسباب کیوں خیر نہ ہوں گے کیونکہ مودّی الی الخیر ہوتا ہے۔ دعوتی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے موجودہ قرآن کو بہیئتِ کذائیہ ثابت کریں اور ایک ایک حدیث پر سو سو روپیہ انعام لیں اور بعد میں عزاداری پر اعتراض کریں ورنہ عزاداری کا مسئلہ قرآن سے بڑھ کر بہیئتِ کذائیہ سُنّت کا محتاج ہے۔

اہلِ سُنّت کی بدعت ہشتم (مسئلہ تصوّف)

اپنے چہاردہ خانوادوں کا تصوّف بایں ہیئتِ کذائیہ ثابت کیجئے ان کے شغل اشغال، وِرد اوراد خرقہ پوشی، سماع، حال،

وجد سب قرآن اور حدیث سے ثابت کیجئے ورنہ کلّ بدعۃ ضلالۃ کا فتویٰ لگا کر فی النّار کا حکم دیجئے اور ثابت کرتے وقت پاکپتن شریف، تونسہ شریف کی قوالیاں بایں ہیئتِ کذائیہ ثابت کیجئے اور ثابت کرتے وقت شاہ اسمٰعیل شہید اور شاہ ولی اللّٰہ صاحب کا قول صراطِ مستقیم صٓ سے کہ اشغال مناسبہ بر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا مے باشد۔ (لہٰذا محقّقان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردند)۔

ہر وقت کے اشغال مناسبہ اور ہر زمانہ کے ریاضات ملائمہ جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر زمانہ کے محقّقین اور اکابر تجدید اشغال میں بہت کوشاں رہے ہیں۔ اور شاہ ولی اللّٰہ صاحب کا یہ قول کتاب "انتباہ السّلاسل" مترجم مطبوعہ دہلی صٓ۲ بھی سامنے رکھیے "کہ اگرچہ اوائل اُمّت را با اواخر اُمّت در بعض اُمور اختلاف بُودہ باشد۔ پس صُوفیہ صافیہ ارتباط ایشاں اوّل بصُحبت و تعلیم و تادب بآدابِ تہذیبِ نفس بُودہ نہ بخرقہ و بیعت و در زمانہ سیّد الطّائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد۔ بعد ازاں رسم بیعت پیدا شُد۔ و ارتباط سلسلۂ بہیئت ایں اُمور متحقّق است و اختلاف صور ارتباط

ضرر نمیکند"۔

کہ اوائل اُمّت کو آخری اُمّت سے بعض اُموریں اختلاف ہوا ہے ۔ پس صُوفیہ صافیہ ان کا ربط ارتباط پہلے زمانہ میں صحبتِ تعلیم اور تادیب تہذیب نفس کے تھا۔ خرقہ پوشی اور بیعت کی رسم اس زمانہ میں نہیں تھی ۔ سیّدالطائفہ جنید بغدادی کے زمانہ میں رسم خرقہ پوشی ظاہر ہوئی اور بعد اس کے بیعت کا دستور جاری ہوا ۔ اور ارتباط ان اُمور کے سلسلہ عالیہ کا صحیح اور ثابت ہے ، اور رابطے کی صورتیں جو مختلف ہیں ان سے کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔

اب دعونی صاحب سے کون پوچھے کہ ہر زمانہ میں اشغال کے طریقہ کی اگر تجدید ہو سکتی ہے اور محقّق نئے سرے سے مناسب طریق ایجاد کر سکتے ہیں اور اس کا کوئی نقصان نہیں ، اصل ذکرِ خدا ہے تو عزاداری کی مراسم کو آپ ہیئت کذائیہ کس اصول سے طلب کر رہے ہیں ہمارے محققین حسبِ زمانہ اور حسبِ ملک کیوں تجویز نہیں کر سکتے جبکہ اصل عزاداری حسینؑ مطلوب ہے ۔ اور اصل غمِ حسینؑ اگر آپ ہیئت کذائی کا خیال چھوڑ کر اپنے مسائل کی اصل دریافت کر سکتے ہیں تو ہمارے پاس موجودہ عزاداری کے مسائل کی اصل آپ سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ

آئندہ آجائے گا۔

چاہیئے کہ آپ پہلے چشتی ، قادری ، نقشبندی ، سُہروردی ، سلوک کی کیفیت تونسہ اور پاکپتن ، اجمیر ، گولڑہ شریف کی قوالیوں سمیت اگر بریلوی ، دیوبندی اختلاف پیشِ نظر ہو تو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا تصوّف و امدادالسلوک کو سامنے رکھ کر ثابت کیجئے اگر بالکل غیر مقلّد ہی ہو تو کم از کم شاہ ولی اللہ صاحب کی قول الجمیل انتباہ السلاسل مولوی اسمٰعیل شہید کی صراطِ مستقیم سامنے رکھ کر یہ تمام بدعاتِ حسنہ باین ہیئت کذائیہ دکھلائیے ۔ پھر ہم سے باین ہیئت کذائیہ عزاداری کے فرض یا سُنّت ہونے کا سوال کیجئے ورنہ یہ ترجیح بلا مرجح کیسی ۔ اگر ان سب چیزوں کی کوئی نہ کوئی اصل ہے تو بفضلہٖ تعالےٰ مسائلِ عزاداری کی اصل اور نظیر قرآن اور حدیث میں بطریقِ احسن اور اکمل موجود ہے۔

فما جوابکم فھو جوابنا۔

حضرات! یہ عزاداری کی ہیئتِ کذائیہ دریافت کرنیوالوں کے مذہب کی ہیئتِ کذائیہ دیکھئے مطابق سُنّت ہے یا مخالف سُنّت ؟

اَب ذرا سُنّت اور بدعت کا مفہوم بھی ان بزرگوں کی کتابوں سے

سُن لیجئے جو ہر کام میں سُنّت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

بحث در تعریفِ سُنّت و تقسیمِ بدعت

دعوتی صاحب نے سوال میں چار شقیں قائم کی تھیں فرض، سُنّت، مستحب، بدعت۔ مگر بعد میں دو چھوڑ ہی گئے یہ بیان ہی نہ فرمایا کہ موجودہ عزاداری کی ہیئتِ کذائیہ مستحب یا بدعتِ حسنہ ہو تو کیا استحالہ پیش آئے گا۔ شاید مراسم عزاداری کا استحباب اور بدعتِ حسنہ ہونا آپ کو مسلّم ہے سوال کو صرف فرض اور سُنّت ہی میں منحصر کر دیا واجب کو بھی چھوڑ گئے۔ حالانکہ واجب اور فرض میں عندالاحناف فرق ہے۔ پھر سُنّتِ رسُولؐ اور سُنّتِ آئمہ تک محدود رکھنا۔ حالانکہ آپ کے نزدیک سُنّتِ صحابہ بھی مسلّم ہے، قولی اور فعلی میں منحصر کر دیا۔ حالانکہ مفہوم سُنّت میں سُنّت تقریری بھی شامل ہے جیسا کہ کُتبِ اصُول شاہد ہیں۔

اَب ہماری عرض سُنئیے کہ دعوتی صاحب پہلے سُنّت کا مفہوم متعیّن کر لیں اور بعد اَزاں ہم سے سوال سُنّت کا کریں کہ سُنّت سے کیا مُراد ہے لفظ سُنّت صرف رسُولِ خداؐ تک ہی محدُود ہے یا اس میں صحابہ بھی شامل

ہیں۔ سُنّتِ اللہ اور سُنّتِ رسُولِؐ خدا دو جُدا جُدا چیزیں ہیں یا ایک ہی چیز ہے۔ مگر سُنّت کا مفہوم بیان کرتے وقت مندرجہ ذیل چیزیں سامنے رکھیں۔

اگر سُنّت کا اطلاق رسُولِؐ خدا اور آئمہ معصومینؑ اور صحابہ کرام تک محدُود ہے تو صحیح مُسلم جلد دوم صفحہ ۳۴۰ کی حدیث کا کیا مطلب ہے۔

من سنّ فی الاسلام سنّۃ حسنۃ فعمل بھا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بھا لا ینقص من اجورھم شیئ ومن سنّ فی الاسلام سنّۃ سیئۃ فعمل لھا بعدہ کتب علیہ مثل من عمل بھا ولا ینقص من اوزارھم شیئ۔ کہ جس نے اسلام میں اچھی بنیاد رکھی۔ پس بعد اَزاں اس پر عمل کیا گیا۔ اس کو عمل کرنیوالوں کے برابر اَجر ملے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے اَجر سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور جو بُری سُنّت ایجاد کرے اس کو عمل کرنے والوں کی مثل گناہ ہوگا اور عاملین کا گناہ کم نہ ہوگا۔

اس کی شرح میں نودی صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

ھذان الحدیثان صریحان فی الحث علی استحباب سنن الامور الحسنۃ و تحریم سنن الامور السیئۃ۔

کہ دونوں حدیثیں صریحاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امورِ حسنہ کی ایجاد قیامت تک مستحب ہے۔

اور ہیئتِ کذائیہ کو سُنّتِ رسول اللہ میں داخل کرتے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول بھی سامنے رکھیئے کہ نکردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دریں حالات دلالت بر کراہت نمی کند کہ کسی امرِ خیر کو حضور صلعم کا نہ کرنا اس کے مکروہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ امرِ نیک ہونا چاہیئے۔ دیکھو مصفّٰی شرح مؤطا ص۱۸۱ سطر آخری۔

اور سُنّت کا مفہوم سمجھنے کے لئے اپنے پیر و مرشد مولوی خلیل احمد سہارنپوری صاحب بذل المجہود کا یہ قول بھی خاص طور پہ ملاحظہ فرمائیے۔ کہ:۔

”جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو۔ خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اس قرون میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور خواہ ان کی جنس کا وجود بھی خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سُنّت ہے“ انتہیٰ (دیکھو براہین قاطع مصنّفہ مولوی خلیل احمد بامداد رشید احمد گنگوہی ص۲۹)

اس اصول کے مطابق اگر ہم موجودہ عزاداری کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں نہ دکھلا سکیں تو آپ بدعت کہیں یا سُنّت۔ قبل از وقت

واویلا کیسا؟ اگر سوال صرف ہیئتِ کذائیہ کا ہے تو پہلے اپنے تمام مذاہب اور مدارس، قرآن، فقہ ہیئتِ کذائیہ بعہدِ رسالت دکھلایئے پھر ہم سے پوچھیئے۔ اگر سوال دلیل جواز اور وجود نظیر اور وجود اصل کا ہے۔

تو آیئے جس کی دلیل آپ کو مطلوب ہے میں پیش کروں جس کا اصل فرماویں میں عرض کروں۔ اگر لفظ بدعت سے آپ ہر شخص کو ڈراتے ہیں تو ذرا اپنی ان کتابوں کی عبارت کا جواب بھی لگے ہاتھوں فرماتے جایئے۔ (علامہ نووی شرح صحیح مسلم ص۲۸۵ جلد اوّل میں فرماتے ہیں)۔

کلّ بدعة ضلالة هذا عام مخصوص البعض والمراد غالب البدع قال اهل اللغة هی کلّ شیئ عمل علی غیر مثال سابق قال العلماء البدعة خمسة اقسام واجبة و مندوبة ومحرمة و مکروهة ومباحة فمن الواجبة نظم ادلّة المتکلّمین للرّد علی الملاحدة والمبتدعین وشبه ذالك ومن المندوبة تصنیف کتب العلم و بناء المدارس والربط وغیر ذالك ومن المباح البسط فی الوان للاطعمة وغیر ذالك والحرام والمکروه ظاهران ویؤیّد ماقلناه قول عمر بن الخطاب فی التّراویح

نعمة البدعة -

کہ حضورؐ کا قول کل بدعة ضلالة یہ عام مخصوص البعض ہے۔ مراد اکثر بدعتیں ہیں کُل نہیں - اہلِ لُغت نے کہا ہے کہ بدعت سے مُراد ہر وُہ چیز ہے جو مثالِ سابق کے بغیر بنائی جائے۔ علماء نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں - واجب، مستحب، حرام، مکرُوہ اور مباح ہے دین ملاحدہ اور مبتدعین کے خلاف متکلّمین کا دلائل تیار کرنا اور اس کے مشابہ دیگر چیزیں منجملہ واجبات کے ہیں۔ تصنیف کتب علم بناء مدارس اور سرائے وغیرہ مستحبات سے ہیں۔ رنگین کھانوں میں بسط وسعت مباح ہے۔ حرام اور مکرُوہ بدعتیں ظاہر ہیں - اور ہمارے اس قول کی تائید کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے۔ قولِ عمر بن الخطاب سے ہوتی ہے۔ جو آپ نے تراویح کے باب میں نعم البدعت فرمایا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ (انتہٰی قول نودی)

اَب ہمارا دعویٰ ہے کہ عزاداری کی اصل قرآن اور تصریح حدیث میں موجود ہے، استنباط اور استخراج کی ضرورت ہے - لہٰذا عزاداری داخلِ سُنّت ہے۔ اگر کسی کی مثال سابق نہ بھی ملے تو بدعت حسنہ

ہو گی۔ اگر امر خیر ہوگا تو حسنہ ہو گی اور بد ہوگا تو سیئہ اب دعوتی صاحب کو چاہیئے یا تو خارج از سُنّت کر کے دکھلائیں یا کوئی اَمرِ بد دکھلائیں کہ بدعت حسنہ سے خارج ہو جائے۔ غمِ حسینؑ میں رونا پیٹنا، مرثیہ خوانی کرنا حضرت کی قبر کی شبیہ بنانا، ان کے وفادار زخمی گھوڑے کی یاد زندہ رکھنا کون سا امرِ بد ہے۔ لیکن اگر دعوتی صاحب شہرتِ حسینؑ روکنا چاہیں تو آپ کے بس کی بات نہیں۔ اب انشاء اللہ بہ تفصیل ہر چیز کی اصل قرآن اور حدیث سے پیش کرتے ہیں تاکہ عوام کو اطمینان نصیب ہو اور خواص کی بصیرت میں اضافہ ہو۔

ایّامِ اللّٰہ یعنی خدائی دن منانے کا وجُوب

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ وَ ذَکِّرۡہُمۡ بِاَیّٰىمِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ ﴿۵﴾ (پ ۱۳ - ابراہیم)

ترجمہ:- اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے مُوسٰی علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ اپنی قوم کو اَندھیروں سے نُور کی طرف نکال اور ان کو خدا کے دن یاد دلا۔ تحقیق اس میں البتہ نشانیاں ہیں

واسطے صبر کرنے والے شاکر کے۔

ایّام اللہ سے مُراد واقعاتِ عظیمہ ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے

انّہ یعبر بایّام عن الوقائع العظیمۃ التی وقعت فیھا۔

(تفسیر کبیر صـ ۲۱۹ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

کہ ایّام سے مُراد واقعاتِ عظیمہ ہیں جو ان دنوں میں واقع ہوئے اور یہی حاشیہ جلالین صـ ۲ میں اور یہی الفوز الکبیر صـ ۲ مصنّفہ شاہ ولی اللہ میں ہے۔

یومِ عاشورہ یوم من ایام اللہ ہے (کنز العمال جلد ۴ صـ ۳۲ میں ہے)

انّ عاشوراء یوم من ایّام اللہ کہ تحقیق یومِ عاشوراء ماہ محرّم خدا کے اِن دِنوں سے ہے جن کے یاد دلانے کا حکم قرآن مجید میں ہے۔

قبل بعثت رسالتمآبؐ یہود میں تعظیم یوم عاشورا

عن ابی موسیٰ قال کان یوم عاشوراء یوم یعظم الیھود ویتخذ عیداً فقال رسول اللہ صوموہ انتم (صحیح مسلم جلد اوّل صـ ۳۵۹)

ابُوموسیٰ سے روایت ہے کہ یوم عاشورا ایک ایسا دن تھا جس کی یہود تعظیم کرتے تھے اور اس دن میلا کرتے تھے اور حضورؐ

نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھو۔ دوسری روایت میں ہے:۔

ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ نَجَّی اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسٰی وَقَوْمَہٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ۔

کہ یومِ عاشورا ایک یومِ عظیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔

اور درّ منثور جلد ۱ صـ ۶۰ میں ہے:۔

اخرج احمد فی الزھد عن قتادۃ قال الیوم الذی تاب اللہ فیہ علی آدم یوماً عاشوراء۔

کہ امام احمد بن حنبل نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ جس دن آدمؑ کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی وہ یومِ عاشورا تھا۔

قبل بعثت قریش میں تعظیم یوم عاشورا۔ صحیح مسلم صـ ۳۵۸ میں ہے

انّ عائشۃ اخبرتہ انّ قریشا کان تصوم یوم عاشوراء

بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیّت میں قریش بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔

رسُولِ خدا کو یومِ عاشورا کی تعظیم کا حکم

واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمت اللہ علیکم

اذ انجیٰکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناءکم ویستحیون نسآءکم وفی ذالکم بلاءٌ من ربّکم عظیم۔ (پ۱۳۔ ابراہیم)

اور یاد کرو جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم کے واسطے۔ یاد کرو اللہ کی نعمتیں جو تم پر ہیں۔ جب تم کو نجات دی آلِ فرعون سے تم کو عذاب برا چکھاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔ (جلالین شریف ص۲۰۶ حاشیہ ۱۳ میں ہے)

واذکر خطاب للنبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

والمعنی اذکر لقومك ما وقع یموسیٰ وقومہ لعلّھم یعتبرون۔

کہ اذکر کا خطاب نبی کریمؐ کو ہے اور معنی یہ ہے کہ اپنی قوم کو یاد دلا دو واقعات جو موسیٰؑ اور اس کی قوم پہ واقع ہوئے تاکہ وہ عبرت اُٹھائیں۔ اسی بناء پہ نبی کریمؐ نے کہا میں موسیٰؑ کا زیادہ حقدار ہوں۔ میں بھی روزِ عاشورہ کو روزہ رکھوں گا۔ جیساکہ صحیح مسلم جلد اوّل ص۳۵۹ پہ ہے:۔

فقال رسول اللہ فنحن احقّ اولیٰ بموسیٰ منکم

کہ ہم موسیٰؑ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں۔

نوٹ:۔ یہ تمام عاشورا کا دن روزہ ایک قسم کا فاقہ ہوا کرتا تھا قریش بھی فاقہ کرتے تھے، یہود بھی فاقہ کرتے تھے حتّٰی کہ اپنے بچوں کو بھی کراتے تھے۔ جیساکہ (صحیح بخاری مسلم جلد اوّل ص۳۶ پہ ہے)۔

ونصوم صبیاننا الصّغار۔ کہ ہم اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھا دیتے تھے۔ جب وہ روکر طعام مانگتے تو ہم ان کو روٹی کی گڑیا دے دیتے تھے۔ حتّٰی کہ شام ہوجاتی تھی۔ فاقہ افطار سے یہ ظاہر ہے کہ یہود اور مشرکین کا روزہ شرعی نہ تھا بلکہ روزِ عاشور آب و طعام سے باز رہنے کا نام روزہ تھا۔ سو یہ روزِ عاشور اب بھی شیعوں میں جاری ہے۔ بنی اُمیّہ نے اس کو شرعی روزہ بنانیکی کوشش کی تاکہ غمِ حسینؑ نہ سمجھا جائے۔

یادیومِ عاشورا قبل بعثت

یومِ عاشورا کی تعظیم شروع سے چلی آئی ہے۔ چنانچہ کتب

حدیث ہیں جو باب صوم یوم عاشورا باندھا گیا ہے کہ قریش بھی روزہ رکھتے تھے اور یہود بھی روزہ رکھتے تھے۔ پھر منسوخ ہو گیا اور (صحیح مسلم صفحہ ۳۵۸ تا صفحہ ۳۵۹ جو حدیثیں ہیں)

وہ اس پر دال ہیں کہ یہ دن موسیٰ اور فرعون کے مقابلہ کا دن ہے جس کی تعظیم میں یہود روزہ رکھتے تھے۔ اس روز کا مطلب صرف ترکِ طعام تھا، اور لوگوں نے اصل روزہ سمجھ لیا۔ چنانچہ مسلم کے یہ لفظ خاص کر اس پر دال ہیں کہ

من کان مفطرًا فلیتم بقیۃ یومہ فکنا بعد ذالک نصومہ ونصوم صبیاننا الصغار منہم صفحہ ۳۶۰

جو صبح کھاتا پیتا ہو چاہیئے بقیہ دن پورا کرے نہ کھائے نہ پیئے۔ چنانچہ راوی لکھتا ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی خورد ونوش سے باز رکھتے تھے۔ جب وہ کھانا مانگتے تھے تو ہم ان کے سامنے روٹی کی گڑیا رکھ دیتے جس میں وہ مشغول ہو جاتے۔ یعنی ایک قسم کا فاقہ ہوا کرتا تھا۔ تاکہ اس دن میں مسلمانوں کو کھانے پینے کی ترک اور فاقہ کی عادت ہو جائے۔ کیونکہ یہ یوم من ایام اللہ ہے اور یہود اس دن جلوس نکالتے تھے۔ اور میلا کرتے تھے۔

عن ابی موسیٰ قال کان یومُ عاشورا یومًا یعظم الیہود ویتخذہ عیدًا۔

کہ یہود یوم عاشورا کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو عید یعنی میلا بناتے تھے۔

رسول اللہ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تم روزہ رکھتے ہو فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامہ۔ پس ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں موسیٰؑ کے۔ پس آپؐ نے بھی روزہ رکھا۔

قریش فاقہ کرتے تھے۔ یہود فاقہ کرتے اور رسالتمآبؐ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کے بچے سارا دن بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ مگر اب مسلمان خوب بازار لگاتے ہیں اور مٹھائیاں بناتے ہیں۔

مسلمانو! یوم عاشورا کی تعظیم کرو، واقعاتِ کربلا پڑھو شاہِ تشنہ لب کی یاد مناؤ، منسوخ کر کے حضورؐ نے صرف یہ بتلایا کہ اس دن روزہ کی نیت نہ کرو، یہ صرف فاقہ ہے۔

★

ثبوت بتقریر یوم عاشور برائے جلوس عزائے حسینؑ سید الشہداء

ولقد ارسلنا موسیٰ بآیٰتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور و ذکرھم بایام اللہ ان فی ذالک لاٰیٰت لکل صبار شکور واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیما۔ (پ۱۳ سورہ ابراہیم)

اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ اپنی نشانیوں کے تاکہ نکالے اپنی قوم کو اندھیروں سے طرف نور کے اور یاد دلائے ان کو دن اللہ کے۔ بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے واسطے نشانیاں ہیں۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یاد کرو اللہ کی نعمتیں جو ہیں اوپر تمہارے جبکہ نجات دی تم کو آلِ فرعون سے۔ تم کو عذاب چکھاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے تھے۔ اور اس میں تمہارے لئے ایک

امتحانِ عظیم تھا۔

آیت صاف بتا رہی ہے کہ جن ایام میں کچھ خدا کے کام ہوئے اللہ کے بندوں نے قربانیاں دیں۔ ان کا ذکر ضروری ان کی یاد منانی لازم ہے۔ کیونکہ ہر صابر اور شاکر کے لئے مصائب نشانات ہیں دوسری آیت میں جس طرح حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ان کے بیٹوں کی ذبح یاد دلائی اور بیٹیوں کا زندہ رکھنا ذکر فرمایا۔ تذکرہ مصائب ہے اور پھر یوم نجات یاد دلایا وہ یوم عاشورا ہے۔ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔

ان عاشوراء یوم من ایام اللہ کہ نبی کریمؐ نے فرمایا عاشورا کا دن یوم ہے ایامِ خدا سے۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ دنوں سے مراد واقعاتِ عظیمہ کو یاد دلانا مقصود ہے۔ (حاشیہ جلالین صـ۲۰۶ میں ہے)

قیل ایام اللہ وقائعہ التی وقعت علی الایام الماضیۃ۔

کہ ایام اللہ سے مراد وہ واقعات ہیں جو پہلی امتوں پر واقع ہوئے پس ان کا ذکر کرنا ضروری ہوا۔

★

ہر سال یومِ شہداء کا جلوس نکالنا اور ان کو رونا سُنّتِ رسولؐ، سُنّتِ خلفاء اور سُنّتِ فاطمۃ الزہراؑ ہے

تفسیر درّ منثور صفحہ ۵۸ جلد ۴ مطبوعہ مصر میں ہے:۔

عن انس رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ کان یاتی احداً کلّ عام فاذا تفوہ الشّعب سلّم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ تحقیق رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہر سال مقامِ اُحد میں آتے۔ جب گھاٹی ظاہر ہوتی شہیدوں کی قبروں پر سلام کرتے اور کہتے کہ سلام علیکم فنعم عقبی الدّار کہ تم پر سلام ہو کہ جو تم نے صبر کیا۔ پس آخرت اچھا گھر ہے۔

شہداء کی سالانہ یادگار منانے کا ثبوت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (پ۲ البقرہ) جو راہِ خدا میں مارے گئے ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

عن انس رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ کان یاتی احداً کل عام فاذا تقوہ الشّعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار۔

(تفسیر دُرّ منثور صفحہ ۵۸ جلد ۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسُولِ خداؐ ہر سال میدانِ اُحد میں تشریف لے جاتے اور جب پہاڑ کی شعب ظاہر ہوتی شہداء کی قبروں پر سلام کرتے اور کہتے تم پر سلام ہو۔ تمہارے صبر کی وجہ سے عاقبت کا گھر اچھا ہے۔

(اور تفسیر ابنِ جریر صفحہ ۸۳ جلد ۱۳۔ سُورہ رعد مطبوعہ مصر میں ہے)

عن محمّد ابن ابراھیم قال کان النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یاتی قبور الشّہداء علی رأس کلّ حول فیقول السّلامُ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار والوبکر وعمر وعثمان۔

محمّد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضُور سرورِ دوعالم صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم ہر سال شہیدوں کی قبروں پر آیا کرتے تھے اور سلام پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح ابوبکر اور عمر اور عثمان بھی آتے رہے۔

علّامہ ابن کثیر دمشقی سنّی نے بروایت بیہقی و واقدی اس واقعہ کو ذوالبط سے لکھا ہے (دیکھئے البدائیہ والنّہائیہ صفحہ ۴۵ جلد پنجم مطبوعہ مصر)۔

رواہ البیہقی عن ابی ھریرۃ قال کان النّبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم یاتی قبور الشّھداء فاذاتی فوھۃ الشّعب قال السّلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار ثمّ کان ابوبکر بعد النّبی یفعلہ وکان عمر بعد ابی بکر یفعلہ وکان عثمان بعد عمر یفعلہ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب پہاڑ کی شعب میں آتے تو کہتے کہ سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار پھر حضورؐ کے بعد ابوبکر بھی ایسا ہی کرتے رہے اور ابوبکر کے بعد عمرؓ کا بھی یہی دستور رہا اور عمرؓ کے بعد عثمان بھی اسی سنّت پر عامل رہے واقدی نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شہدائے اُحد کی زیارت

کے لئے ہر سال آیا کرتے تھے۔ جب پہاڑ کی شعب پر پہنچتے تو سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار پڑھتے۔ پھر ابوبکر ہر سال یہی کرتے رہے پھر عمر پھر عثمان۔

گریہ فاطمۃ الزہراؑ بر شہدائے اُحد

وکانت فاطمہ بنت رسول اللہ تاتیھم فتبکی عندھم وتدعو الھم۔

اور حضرت فاطمہ بنت رسولؐ اللہ شہدائے اُحد کی قبروں پر آیا کرتی تھیں۔ وہاں بیٹھ کر روتی تھیں اور ان کیلئے دعائیں کرتی تھیں۔ (البدائیہ والنہائیہ ص۴۵ جلد ۵)

مندرجہ بالا احادیث سے شہداء کی سالانہ یادگار منانا بطور جلوس کیوں نہ سنّتِ رسولؐ ہو۔ بقول واقدی ہر میّت کے نوحہ سے پہلے حضرت حمزہ کا نوحہ شروع ہوتا ہے۔ آج تک مدینہ منوّرہ میں دستور ہے۔

(دیکھو استیعاب ابن عبدالبر ص۱۱۲ جلد ۱ حرف الحاء)

تخصیص ماتم حسین علیہ السلام

ہم شیعہ ہر جگہ جواز ماتم کے مدعی نہیں بلکہ ماتم حسین علیہ السلام کے اور آپ کے ماتم کی نظیر کے خصوصاً قائل ہیں۔ کیونکہ آپ کا غم دینی غم ہے اور آپ مظلوم ہیں اور مظلوم کے ماتم کی اجازت ہے قال اللہ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعاً علیماً (پ۶ سورہ النساء)

نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر کہنا برے اقوال کا مگر اس کو جو ظلم کیا جاوے اور ہے اللہ سننے والا جاننے والا۔

معلوم ہوا قول سوء کہنے کی مظلوم کو اجازت ہے۔

بخاری شریف ص۱۷۳ جلد اول میں ہے:

الجزع القول السئی والظن السئی کہ قول سوء سے مراد جزع فزع اور ظن سوء بھی ہے اگرچہ دیگر احتمالات بھی ہیں۔ اور (فیض الباری شرح صحیح بخاری ص۴۶۲ جلد۲)

الجزع القول السئی اراد بہ تحدید الجزع الممنوع ورکن ابن یحصل۔ کہ قول سوء سے مراد جزع ہے جو ممنوع ہے

مگر مظلوم کی خاطر جائز ہے۔

تخصیص ماتم حسینؑ از کتب شیعہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء مکروہ سوی الجزع والبکاء علی الحسین علیہ السلام (بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید بحوالہ اقالۃ العاثر ص۶)۔

کہ جناب صادق آل محمدؐ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور آہ و بکا مکروہ ہے سوائے جزع و ماتم اور آہ و بکا حسین علیہ السلام کے۔

اس حدیث شریف سے استثناء ماتم حسینؑ ثابت ہوا اور جزع کا لفظ خلاف صبر نہیں ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ پس یہ ہر طرح کے غم و الم آہ و بکاء ماتم میں شامل ہے جو اہل عزا کرتے ہیں عزاداری کے مراسم ثابت ہوئے اور اس قسم کی تحقیقات کتب اہل السنت سے بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ

فیض الباری شرح صحیح بخاری ص۴۶۲ جلد۲ از انور شاہ کشمیری مطبوعہ مصر باب

ماینبغی من الویل ولاریب فی جواز الویل فی بعض المواضع
فانّہ قد وقع فی التّنزیل ایضًا

کہ واویلا کے جواز میں بعض مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں
کتاب اللہ میں بھی یا ویلتا موجود ہے۔ (صفحہ ۱۶۴ جلد ۲ میں ہے)

لا بُدّ کون بعض مراتب النّیاحۃ تحت الجواز۔

کہ یہ امر لابدی اور ضُروری واجب التسلیم ہے کہ ہر قسم کا نَوحہ حرام نہیں بلکہ بعض مراتب نوحہ جائز ہیں۔

تحدید جواز و عدم جواز

نَوحہ و ماتم کا جواز مان کر انور شاہ صاحب جواز اور عدم جواز کے مراتب کی تحدید میں بہت سرگرداں ہیں۔ آخر اپنے فقیہ سرخسی کا قول پیش کر کے مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث کے تتبع و استقراء سے مقام جواز صاف نظر آرہے ہیں جیسا کہ تفسیر مظہری مصنّفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی جلد پنجم سورہ یوسف ص۵۷ میں ہے:۔

کہ عام صُوفی اور عارف کا قلب بعد فناء غیر اللہ کی محبت میں

مشغول نہیں ہوتا چہ جائیکہ قلب انبیاء خصوصًا قلب یعقوبؑ کی ابنیاءٔ بنی اسرائیل کا مورثِ اعلےٰ ہے۔ محبّت یوسف میں اِس قدر مشغوف اور مشغول کہ حُزن و بکاء سے آنکھیں سفید ہو جائیں۔ پھر اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں۔ کہ:۔

والجواب عن الاشکال انّ ھٰذا مختص بالشّبیہ الدنیویہ یعنی لا یمکن اشتغال قلب الصّوفی بعد الفناء بشیئ من الاشیاء الدّنیویہ ولا الاشیآء الاخرو یۃ فلیس ھٰذا شانھا۔ اور صفحہ ۵۹ پہ ہے کہ:۔

ان وجود یوسف علیہ السّلام وجمالہ وان کان مخلوقًا فی دار الدّنیاء لکنّہٗ کان علیٰ خلاف سائر الاشیاء الموجودۃ فلاجرم جاز تعلّق قلب اھل الکمال وحبّھم بہ علیہ السّلام۔

یہ عالم دنیا یعنی عارف کا دِل دُنیاوی چیزوں میں مشغول نہیں ہوتا۔ صفحہ ۵۹ پر فرماتے ہیں۔ وجود یُوسف علیہ السّلام اور ان کا جمال اگرچہ دارِ دُنیا میں پیدا ہوا۔ لیکن برخلاف اشیاء دُنیوی کے وہ عالمِ آخرت کی چیز ہے۔ اہلِ کمال کے دل کا ان سے

متعلق ہونا غیر اللہ سے محبت نہیں بلکہ عین محبتِ خدا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اِس قسم کا طویل غم اور حزن آہ و بکا ذنا القراض اسباب اس میں مشغول رہنا مخصوص ہے۔ ان ہستیوں کے ساتھ جن کی محبت خدا کی محبت ان کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔ سچ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ:۔

احبّ اللہ من احبّ حسیناً (رواہ الترمذی) کہ اس نے اللہ کی محبت کی جس نے حسینؑ کی محبت کی۔

لھذا یہ ماتم دنیاوی ماتم نہیں بلکہ اس سے احیاءِ ذکرِ حسینؑ مطلوب ہے۔ اور ذکرِ حسینؑ سے ذکر اللہ کا احیاء اسی لئے ہمارے آئمہ طاہرین تخصیص ماتم حسینؑ کے قائل ہیں۔

کلّ جزع و فزع مکروہ الّا علی الحسین

کہ ہر جزع اور بیقراری مکروہ ہے۔ مگر ماتم حسینؑ کیونکہ حسینؑ کی موت دین کی موت ہے، حسینؑ کا احیاء دین کا احیاء ہے ماتمِ حسینؑ، غمِ حسینؑ، جلوس عزا مرثیہ خوانی سے حسینؑ کی شہادت کا زندہ رکھنا مقصود ہے جن کا مذہب ذکرِ حسینؑ سے زندہ ہوتا ہے وہ اس کیلئے جملہ اسباب اختیار کریں گے۔ جن کا مذہب مٹ رہا ہے وہ اس کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔

شیعو! یاد رکھو تمہارے مذہب کی بقاء ذکرِ حسینؑ اور پردۂ زینبؑ میں مضمر ہے۔ ان کا مٹنا تمہارے مذہب کا مٹ جانا ہے اس کو زندہ رکھنے کے لئے مال و جان قربان کرو حسینؑ مظلوم نے تمہارے مذہب کی خاطر کچھ بچا کر نہیں رکھا۔ جو لوگ حسینؑ کو مٹانا چاہتے تھے آج یادِ حسینؑ ان کو کب گوارا ہے۔ غم مظاہرِ قدرت نے کیا رسولؐ نے کیا، علیؑ نے کیا، فاطمہؑ نے کیا۔

ثبوت گریہ بر حسین علیہ السلام

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ (پ س مائدہ)

اور جب سنتے ہیں جو کچھ اُتارا گیا طرف رسول کی دیکھتا ہے، تو ان کی آنکھوں کو کہ بہتی ہیں آنسو سے حق پہچاننے کی وجہ سے۔

معلوم ہوا حق پہچان کر رونا مومنین اہلِ مودّت کا کام ہے۔ اسی لئے ان کے حق میں اقربھم مودّۃ للذین آمنوا وارد ہوا ہے۔

★

گریہ یعقوبؑ بر یوسفؑ جواز گریہ بر محبوبان خدا کی دلیل ہے

وتولّٰی عنھم وقال یا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم قالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتّٰی تکون حرضًا او تکون من الھالکین قال انما اشکوا بثّی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ مالا تعلمون - (پ۱۳ س یوسف)

اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسفؑ کے اور سفید ہوگئیں آنکھیں یعقوبؑ کی غم سے - پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا کہا انہوں نے قسم ہے خدا کی آپ ہمیشہ ذکر یوسفؑ کرتے کرتے بیمار ہوجائیں گے بلکہ ہلاک، کہا سوائے اس کے نہیں کہ میں اپنے غم اور حزن کی شکایت اپنے اللہ سے کرتا رہتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے - آیت ہذا سے تین چیزیں ثابت ہوئیں :-

۱- اظہارِ غم و آہ و بکاء یا اسفیٰ اور وا ویلا - اگرچہ جسم کی حالت بحدِ مرض یا ہلاکت پہنچ جائے مگر ذکرِ محبوب بند

نہ ہونا چاہیئے -

۲- مظاہرہ خلافِ ظلم اگرچہ ظالم بصورت ناصح سمجھائے اور بجھائے مگر روکنا نہیں چاہیئے -

۳- محبؑ کا کام رونا اور ظالم کا کام روکنا ہے - قول ظالم برائے تسلی نہیں ہوتا - اب دیکھو غمِ حسینؑ سے کون روکتا ہے کون ناصح بنتا ہے اور کون اظہار کے اسباب بنا رہا ہے اور دنیا کو غمِ حسینؑ کی طرف بلا رہا ہے - کیا ماتمِ یوسفؑ سے روکنے والے بانیانِ ستم نہ تھے اور آخرکار خود ہی رونے لگے - یہ آیت اصولِ ماتم میں اصل الاصول ہے اور تمام مکرو فریب پر پانی پھیر رہی ہے -

گریہ رسولؐ خدا بر امام مظلومؑ

عن امّ الفضل فی روایۃٍ قد خلت یومًا علی رسول اللہ فوضعتہ فی حجرہ ثمّ کانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھریقان الدموع قالت فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی مالک

قال اتانی جبریل فاخبرنی انّ اُمّتی ستقتل ابنی هذا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۲ باب مناقب اہلبیت)

زوجہ حضرتِ عباس عمّ رسولؐ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسولِ خداؐ کی خدمتِ اقدس میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کو جبکہ وہ یک روزہ تھے، لے کر حاضر ہوئی۔ حضورؐ کی گود میں رکھ دیئے۔ میں نے غور سے دیکھا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی حضورؐ! یہ کیا، یہ رونا کیسا۔ فرمایا اے بی بی میرے پاس جبریل امین آئے۔ اُنہوں نے خبر دی ہے کہ میری اُمّت اس میرے بیٹے کو ناحق قتل کرے گی۔

حدیث ہذا سے جبریل کا مصائبِ حسینؑ پڑھنا اور حضورؐ کا سُن کر رونا ثابت ہُوا۔ مصائب خوانی اور اس پر گریہ سُنّتِ رسولؐ ثابت ہوئی۔ منکرِ عزا منکرِ سُنّت ہُوئے۔

گریہ جناب امیر علیہ السّلام بر حسین علیہ السلام بمقام کربلا

عن اصبغ بن نباتہ عن علی رضی اللہ عنہ قال اتینا

معہ موضع قبر الحسینؑ فقال ھٰھنا مناخ رکابھم و موضع رحالھم وھاھنا مھراق دمائھم فتیۃ من اٰل محمّد صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم یقتلون بھٰذا العرصۃ تبکی علیھم السّماء والارض۔ (رواہ ابونعیم فی دلائل النبوّۃ ص۱۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن و صواعق محرقہ لابن حجر مکّی ص۱۱۵ مطبوعہ مصر)

اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السّلام کے ہمراہ صفین کی واپسی پر اس جگہ آئے جہاں اَب قبرِ حسینؑ ہے حضرت وہاں بہت روئے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ حسینؑ غریب کی قتل گاہ ہے۔ یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں ان کے خیمے ہوں گے۔ یہاں ان کی قتل گاہ ہوگی۔ آلِ محمّدؐ کے چند جوان اس میدان میں مارے جائیں گے۔ ان پر زمین روئے گی۔ آسمان روئے گا

ثبوت سینہ کوبی و رُخسار زنی بر حسین علیہ السّلام

سب سے زیادہ زور ہمارے برادران کا سینہ کوبی پر ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ہزاروں ثبوت کتاب و سُنت میں موجود ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فاقبلت

امرأته فی صرّة فصکّت وجهها وقالت عجوز عقیم ۔ (پ۲۷۔ س۔ والذّاریات)۔

پھر آگے آئیں بی بی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دروازہ سے ہائے ہائے کرتی ہوئی پھر اپنا منہ پیٹا افسوس سے اور کہا کہ ہائے کیا بچہ جنے گی بڑھیا۔ (دیکھو تفسیر موضح القرآن مصنّفہ شاہ عبدالقادر صاحب محدّث دہلوی ص۵۴۴ مطبوعہ لاہور)۔

اس سے رخسار زنی صاف ظاہر ہے اور وا ویلا کا لفظ سورۃ ہود۔ پ۱۲ سے ظاہر ہے قالت یا ویلتی ءالد و انا عجوز و ھذا بعلی شیخا۔ اور کہا ہائے مجھ کو جنونگی میں اور میں بڑھیا ہوں اور میرا خاوند بوڑھا ہے۔ (تفسیر جلالین ص۴۳۲)

فی صرّة صیحة حال ای جاءت صائحة فصکّت وجھہا لطمة۔

کہ بی بی صاحبہ چیخ و پکار کرتی آئی اور اپنا منہ پیٹ لیا۔

لطمت کا ترجمہ تفسیر جلالین ص۴۳۲ مذکورۃ الصدر حاشیہ ص۲۲ میں ہے لطمہ لطمة طمانچہ زدن ہے۔ یعنی بی بی نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔

ماتم حضرت عائشہ امّ المومنین بر وفات رسولؐ خدا

عن عبد اللہ بن زبیر قال سمعت عائشة تقول مات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بین سحری ونحری وفی دولتی لم اظلم فیہ احدا فمن سفھی وحداثة سنّی ان رسول اللہ قبض وھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادة وقمت التدم مع النّساء واضرب وجھی :۔ (رواہ احمد فی سیرت ابن ہشام ص۳۰۵ جلد۴ تاریخ طبری ص۱۹۷ جلد اوّل۔ سیرت حلبیہ ص۴۷۶ جلد دوم مطبوعہ مصر)۔

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ بی بی عائشہ امّ المومنین فرماتی تھیں کہ رسولِ خدا میرے سینہ پہ اور میری باری میں فوت ہوئے۔ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ میری سفاہت اور کمسنی ہے کہ تحقیق رسولؐ خدا فوت ہوئے میری گود میں۔ پھر میں نے حضرتؐ کا سر تکیہ پہ رکھ دیا اور خود اٹھ کر کھڑی ہو کر عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی۔ اور میں اپنا منہ پیٹ رہی تھی۔

سبحان اللہ! بارلوگوں نے جوازِ ماتم کو کمزور کرنے کی

خاطر بی بی عائشہؓ کو معاذاللہ بیوقوف بنا دیا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بی بی عائشہؓ اس وقت کمسن تھیں تو باقی بیبیاں جو ماتم کر رہی تھیں سب کمسن ہوگئیں۔ بی بی عائشہؓ اگر کمسن تھیں تو اہلِ سنّت کا نصف دین کیسے امّ المومنین سے مروی ہوگیا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کمسن تھیں اور غلطی ہوگئی تو حضرت ابوبکر کی وفات پر پھر ماتم کیا۔ دیکھو ماتم عائشہؓ پر ابوبکرؓ۔

واقامت عائشۃ علیہ النّواح فنھاھنّ عن البکاء فابین ینتھین لھشام بن الولید ادخل فاخرج الی ابنۃ ابی قحافۃ اخت ابی بکر فقالت عائشۃ لھشامٍ حینٍ سمعت ذلک من عمر انی احرّج علیک بنی لھشام ادخل فقد اذنت لک فدخل ھشام فاخرج امّ فروۃ ابنۃ ابی قحافۃ فعلاھا بالدّرۃ ضربات فتفرق النّواح حین سمعن ذالک۔ (تاریخ کامل ص۲۸۸ جلد دوم مطبوعہ مصر و عقد الفرید ص۶۵ جلد سوم)۔

کہ بی بی عائشہ امّ المومنین نے حضرت ابوبکر پر نوحہ برپا کیا اور نوحہ خوان بلائیں۔ حضرت عمر نے ان کو اس نوحہ خوانی سے

منع کیا۔ انہوں نے رکنے سے انکار کیا۔ اس نے اپنے سپاہی ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ عائشہؓ کے گھر میں گھس جاؤ۔ اور امّ فردہ دختر ابوقحافہ ہمشیر ابوبکرؓ کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ زوجۂ رسولؐ امّ المومنین نصف دین کی عاملہ ماہرہ نے ہشام سپاہی عمر کو فرمایا کہ خبردار میں اپنے بیت شرف خانۂ اطہر میں تیرا داخلہ حرام کرتی ہوں۔

عمر نے کہا داخل ہوجا، تجھے حکم دیتا ہوں۔ پس ہشام داخل ہوگیا، امّ فردہ کو کھینچ کر باہر لایا۔ پس حضرت عمر نے دُرّہ سے اس کو خوب مارا اور بار بار مارا۔ پس یہ حالت دیکھ کر وہ نوحہ خواں عورتیں رفوچکّر ہوگئیں۔

کیا یہاں بھی حضرت عائشہؓ سے بھول ہوگئی۔ کیا ان سے ہر روز بھول ہوتی ہے۔ اگر معمولی بات تھی تو حضرت عمر نے روکنا کیوں چاہا اور حضرت عائشہؓ نے اس پر اصرار کیوں کیا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا علم حضرت عمر سے زیادہ ہے۔ اس سے قبل بی بی عائشہؓ بکاء علی المیّت کے متعلق حضرت عمر کی غلطی نکال چکی ہیں۔ (دیکھو بخاری شریف باب بکاء علی المیّت)

معلوم ہوا کہ آہ و بکا ماتم خوانی کو روکنا حضرت عمرؓ کی پرانی سُنّت ہے۔

ماتمِ صحابی روزہ ٹوٹنے پر

عن سعید بن المسیّب انّہ قال جآء اعرابی الی رسول اللہ یضرب نحرہ و ینتف شعرہٗ و یقول هلك الا بعد: فقال لہٗ رسول اللہ وما ذٰلك قال اصبت اهلی و انا صائمٌ فی رمضان فقال لہٗ رسول اللہ هل تستطیع ان تعتق رقبة قال لا قال فهل تستطیع ان تهدی بدنة قال لا قال فاجلس فاتی رسول اللہ بعرق من تمرٍ فقال خذ هٰذا فتصدّق بہ فقال ما احدا احوج منّی یا رسول اللہ فقال کلہٗ وصم یوما مکان ما اصبت۔ (موطا امام مالک ص ۹ سطر آخر باب کفارہ من افطر فی رمضان مطبوعہ مجتبائی)۔

سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ رسول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے پاس اپنے سینہ کو پیٹتا ہوا اور

بال نوچتا ہوا۔ اور کہتا تھا کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو نیکیوں سے دور ہے۔ تو فرمایا رسول اللہؐ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے کیا ہوا۔ بولا میں نے صحبت کی اپنی بیوی سے رمضان کے روزہ میں۔ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ ایک بردہ آزاد کر سکتا ہے۔ بولا نہیں۔ فرمایا آپؐ نے کہ ایک اونٹ یا گائے کو ہدیہ کر سکتا ہے۔ بولا نہیں۔ فرمایا آپؐ نے بیٹھ، کہ اتنے میں ایک ٹوکرا کھجور کا آپؐ کے پاس آیا آپؐ نے فرمایا اس کو لے اور صدقہ کر۔ وہ بولا، مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے یا رسولؐ اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کھا لے اس کو اور ایک روزہ رکھ لے اس دن کے بدلے جس دن تو نے یہ کام کیا۔

(مؤطا مترجم از مولوی وحید الزمان ص ۳۵ و مصطفٰی از شاہ ولی اللہ صاحب ص ۲۶۴ جلد اوّل)۔

یہ سینہ کوبی حضورؐ کے سامنے ہوئی۔ امرِ ممنوع سے روکنا حضورؐ کا فرض ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مذہبی نقصان پر اس قسم کا مظاہرہ جائز ہے۔ اگر امرِ دنیا ہوتا تو حضورؐ منع فرما دیتے۔ شہادتِ امام حسینؑ بھی امرِ دین ہے اس میں کیوں نہ ماتم کیا جائے اور اس کی اہمیت کو ظاہر کیا جائے۔

ماتم عمرؓ بر طلاق حضرت حفصہ اُمّ المؤمنین

(مدارج النبوّۃ مصنفہ شیخ عبدالحق میں ہے)

چوں ایں خبر بعمرؓ رسید متالم شد ص۶۰۵ جلد دوم۔

کہ جب یہ خبر طلاق حضرت حفصہ حضرت عمرؓ کو پہنچی تو بہت دردناک ہوئے اور بہت پیچ و تاب کھائے۔

(اور معارج النبوّۃ ص۶۳۰ رکن چہارم مطبوعہ بمبئی) میں اس کی تفصیل یوں ہے:۔

کہ چوں حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں معنی معلوم کرد۔ خاک بر سر ریخت و فغاں بر آورد۔ کہ جب طلاقِ حفصہ کی خبر حضرت عمر کو پہنچی تو اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

اللہ اکبر حضرت عمرؓ کی بیٹی کی طلاق کی خبر اگر غلط بھی آ جائے تو سر پر مٹّی پڑ جاتی ہے اور آہ و فغاں شروع ہو جاتا ہے۔ اور بنی زادیاں قید بھی ہو جائیں تو سر پر خاک ڈالنا آہ و فغاں ناجائز ہو جاتا ہے۔

ماتم عمرؓ بر موت نعمان بن مرہ

عن ابی عثمان قال اتیت عمر بنعی النعمان بن مرہ قال فجعل یدہ علی راسہ وجعل یبکی (مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۵۲)

کہ حضرت عمر کے پاس جب نعمان بن مرہ کی خبرِ مرگ آئی تو اپنے سر پہ ہاتھ رکھ کر رونا شروع کیا۔ سر پہ بازو رکھ کر رونا واویلا نہیں تو اور کیا ہے۔ ذرا سنّتِ خلفاء پہ چلنے والے ماتم حسینؑ کو سنبھل کر روکیں۔

سرکارِ دو عالم کا دروازہ فاطمہؑ پر زانو پیٹنا

انّ علی ابن ابی طالب قال ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم طرقہ و فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الا تصلّون قال علی فقلت یارسول اللہ انّ انفسنا بید اللہ فاذا شآ ان یبعثنا فانصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حین قال لہ ذالک ولم یرجع الیہ شیئاً ثم سمعتہ وھو مدبر یضرب فخذہ وھو یقول وکان الانسان اکثر شیئ جدلا۔ (بخاری ص۱۰۹۱ جلد ۲ ص۱۵۲ جلد اوّل)

حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رات کو آکر اُن کو اور حضرت فاطمہؑ اپنی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کہ تم نمازِ نفل کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہمارے نفس خدا کے قبضے میں ہیں۔ جب وہ ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اُٹھتے ہیں۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں۔ مَیں نے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ کہا تو آپؐ نے پھر مجھ سے کچھ نہ کہا اور آپ سے اُلٹے پھرتے ہیں۔ مَیں نے سُنا کہ اپنی ران پہ ہاتھ مار کر فرمایا۔

وکان الانسان اکثر شئی جدلا

اس حدیث سے حضورؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دروازۂ فاطمہؑ پر زانو پیٹنا ثابت ہو گیا۔

حالانکہ یار لوگ زانو پیٹنے پر ہر جگہ تمام عمر کے اعمال ضائع ہو جانے کا فتویٰ دیتے رہتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال میری تفسیر بالرائے نہیں بلکہ:

بخاری شریف کے مشہور شارح علامہ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری صحیح بخاری ص۹ جلد سوم مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں:

قولہ یضرب فخذہ فیہ جواز ضرب الفخذ عند التأسف۔

کہ اس حدیث میں وقتِ افسوس زانو پیٹنے کا جواز موجود ہے۔ اب تو زانو پیٹنا سُنّتِ رسولؐ ثابت ہو گیا۔ دیکھئے یار لوگ کیا جواب گھڑتے ہیں۔

ماتم فاطمۃ الزہراؑ از خبر مرگ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مدارج النبوۃ ص۶۲۳ جلد ۲ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

"فاطمۃ الزہراؑ چوں ایں آواز شنید دست بر سر زناں از خانہ بروں دوید و مے گریست و ہم زناں ہاشمیہ مے نالیدند"

کہ جب رسالتمآبؐ کی خبرِ مرگ میدانِ اُحد سے مدینہ پہنچی اور جناب سیدہ نے سُنی۔ سر پیٹتی ہوئی گھر سے باہر آئی اور زار زار رو رہی تھی اور دیگر ہاشمی عورتیں بھی روتی تھیں۔

سبحان اللہ! جناب سیدہؑ کا غمِ رسالتمآبؐ میں سر پیٹنا بھی کُتبِ اہلِ سُنّت سے ثابت ہو گیا۔

الآخر

یہ تمام ثبوت ایک طرف مگر جناب زینب کبریٰؑ سلام اللہ علیہا کا ماتم

برِ نعشِ حسینؑ مظلوم مع ہاشمیات عزاداری میں ایک اصل الاصول ہے دیکھو اہلسنت کی کتاب (البدایہ والنہایہ جلد ہشتم صفحہ ۱۹۳)

قال قرۃ بن قیس لما مرت النسوۃ بالقتلی صحن و لطمن خدودھن قال فما رایت من منظر من نسوۃ قط احسن منظر رایتہ منھن ذالک الیوم۔

کہ راوی لکھتا ہے۔ جب آلِ محمدؐ کا اسیر قافلہ مقتولانِ دشتِ کربلا کی لاشوں پر پہنچا تو مخدرات عصمت وطہارت بے محابا گر پڑیں اور اُنہوں نے آہ و بکا اور نوحہ کیا، رُخسار پیٹے، ماتم کیا۔

راوی کہتا ہے کہ۔

اتنا بہترین منظر حلقہ ماتم کا کبھی نظر نہیں آیا جیسا کہ اس دن دیکھا، اور جناب سیدہ ثانیہ زینب کبریٰ نے جو اس حلقہ میں نوحہ وندبہ پڑھا، اس کی تصویر کشی مورخ ابنِ کثیر نے یوں کی ہے:۔

فلما مروا کان المعرکۃ ارادوا الحسین واصحابہ مطرحین ھنالک بکتہ النساء وصرخن وندبت زینب اخاھا الحسین و اھلھا فقالت وھی تبکی یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ وملائک السماء ھذا حسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع

الاعضاء یا محمداہ و بناتک سبایا و ذریتک مقتلہ تسفی علیھا الصبا قال فابکت واللہ کل عدو وصدیق۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۱ جلد ۸)

"کہ جب یہ قافلہ مقتل سے گذرا اور حسینؑ مظلوم اور آپ کے اصحابوں کی لاشوں پر نظر پڑی کہ پارہ پارہ ہو کر خاک پر پڑے ہیں، اُس وقت بیبیاں روئیں اور پیٹیں۔ جناب زینبؑ ہمشیرہ امام مظلوم غریب الدیار نے یہ نوحہ پڑھا۔ رو رو کر کہتی، ہائے میرے نانا محمدؐ ہائے تجھ پر خدا نے درود بھیجا، ملائکہ نے سلام پڑھا۔ مگر یہ تیرا حسینؑ آج دشتِ کربلا میں خاک آلود پڑا ہے۔ اس کے تمام اعضاء پارہ پارہ کر دیئے گئے ہیں۔ ہائے میرے نانا جان محمدؐ! تیری بیٹیاں آج قیدی ہو کر جا رہی ہیں اور تیری اولاد قتل کر دی گئی ہے جن کی لاشوں پر خاک اور دھول پڑ رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جناب زینبؑ نے حلقہ ماتم میں کچھ ایسا درد ناک نوحہ پڑھا کہ دوست اور دشمن کو رُلا دیا۔"

یہ ہے حضور اختصاراً سینہ کوبی کا ثبوت اور عزاداری کی اصل کہ جناب زینبؑ امام زین العابدینؑ رسن بستہ قیدی کی موجودگی میں حلقہ

باندھ کر پیٹ رہی تھیں اور نوحہ خوانی بھی کر رہی تھیں۔

ثبوت تعزیہ یعنی شبیہ روضہ امام مظلوم علیہ السلام

اصلی تجدید غم امام مظلوم ہے، دیگر وسائل اور اسباب ہیں۔ اور شرط یہ ہے کہ اسباب منہی عنہ نہ ہوں۔ سو ہم عرض کرتے ہیں کہ تعزیہ سے مراد شبیہ روضہ امام حسین علیہ السلام ہے جو ایک متبرک مقام کی شبیہ اور تمثال ہے اور یہ جائز اور موجب غم مظلوم ہے۔ ہمارے برادران کا اس پر اعتراض اپنی کتب بلکہ قرآن اور حدیث سے عدم واقفیت پر دال ہے۔ مقامات متبرکہ بنانا اور ان کی تعظیم کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اوّل بت پرستی اور شبیہ مقامات متبرکہ کا فرق سنیئے۔ پھر قرآن مجید سے حرمت اصنام اور جواز تمثال مقامات متبرکہ دونوں پڑھیئے ہر چیز سے ثابت ہے صرف نگاہِ غور اور مطالعہ شرط ہے۔

حقیقتِ اصنام اور ابتدائے اصنام

ابتدائے اصنام بت پرستی حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد

ہوئی اور ادریس علیہ السلام کا نسب نامہ بہ ہشت واسطہ حضرت آدمؑ تک پہنچتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بدو واسطہ حضرت ادریس کے فرزند ہیں یعنی نوح پسر ملک ملک پسر متوسلخ متوسلخ پسر ادریس علیہ السلام یعنی کل آٹھ پشت حضرت آدم کے بعد بت پرستی شروع ہوئی۔ یعنی فرزندان ادریس علیہ السلام کے مجسمے بنا کر اپنے معبدوں میں رکھے۔ تعظیم سے عبادت شروع ہوئی۔ پھر توہمات کی بنا پر الوہیت کی مختلف طاقتوں کے مظہر بنے اور ان کی اصطلاح میں ان کے مختلف نام رکھے گئے۔

بت پرستی کے خلاف آواز حضرت نوح علیہ السلام نے اٹھائی بت پرستی سے لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

قال ربّ انی دعوت قومی لیلاً و نہاراً فلم یزدھم دعای الّا فراراً ۵ (پ ۲۹ - س نوح)

کہ حضرت نوحؑ نے کہا۔ اے رب میرے میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی۔ مگر میری دعوت نے صرف ان کا فرار بڑھایا۔

یعنی ان کو یہ دعوت مفید نہ ہوئی۔ اسکے جواب میں انہوں نے کہا:-

قالوا لا تذرن الٰھتکم ولا تذرن ودًّا ولا سواعًا

لا یغوث ویعوق و نسرًا۔

کفّار نے کہا کہ لوگو! نوحؑ کے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو

یعنی نہ چھوڑو ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر کو۔ یہ نام اصل میں فرزندانِ ادریس علیہ السلام کے ہیں۔ ان کو مختلف قدرتوں کے مظہر سمجھ کر پتھر سے ان کے مجسّمے تراش کر لباس پہنا کر معبدوں میں رکھے گئے۔ پھر توہمّات کی بنا پر بعض مجسّمے انسان کی بجائے حیوانی شکلوں پر بھی بنائے گئے اور اہلِ ہنود نے حسبِ اصطلاح خود ان کے نام بشنو، برہما، اِندر، شیو ہنومان رکھے اور ان کے پتھر کے بُت بنا کر پوجے۔ طوفانِ نوحؑ میں یہ تمام بُت غرقاب اور زیرِ زمین ہو گئے۔ بعد طوفان شیطان لعین نے پھر نشاندہی کی۔ عربوں نے ان کو نکال کر پھر پوجا پاٹ شروع کر دی۔

دوسری آواز جو کہ زور اور اصل بُت پرستی کے خلاف اُٹھی وہ حضرت ابراہیم کی بُت شکن آواز ہے۔ چنانچہ سورۂ انبیاء پ۱۷ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہٗ من قبلہ وکنا بہ عالمین

اذ قال لابیہ وقومہٖ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون قالوا وجدنا اٰباءنا لھا عابدین قال لقد کنتم انتم واٰباؤکم فی ضلٰلٍ مبین۔

اور البتہ تحقیق ہم نے دی ابراہیم کو ہدایت پہلے اس سے اور ہم تھے جاننے والے جب کہا اس نے واسطے اپنے رب کے اور قوم اپنی کے۔ کیا ہیں یہ صورتیں کہ تم واسطے ان کے اعتکاف کرنے والے ہو۔ کہا انہوں نے پایا ہم نے باپوں اپنوں کو واسطے ان کے عبادت کرنے والے۔

آخری آواز جس نے عرب کو بُت پرستی سے ہمیشہ کیلئے پاک کر دیا سرکارِ دو عالمؐ کی آواز ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

افرءیتم اللّٰت والعزّٰی ومنٰوۃ الثالثۃ الاخرٰی الکم الذکر ولہ الانثٰی تلک اذًا قسمۃ ضیزٰی ان ھی الا اسماءٌ سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس۔ (پ۲۷ سورہ نجم)

کہ بتاؤ لات و عزّیٰ اور تیسرا منات یہ کہا۔ کیا تمہارے لئے

لڑکے اور اس کے لئے لڑکیاں یہ بہت بری تقسیم ہے ۔ یہ کچھ بھی نہیں صرف نام ہیں جو تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں ۔ اللہ نے ان کی سند اور دلیل نازل نہیں کی ۔ وہ لوگ صرف ظن کی پیروی کررہے ہیں یا اپنے نفس کی خواہشات پر چلتے ہیں ۔

دلیل اور یقین کہاں ۔ یہ تمام تفصیل تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی ص۱۱۳ سورۂ نوح سے ماخوذ ہے معلوم ہوا بت پرستی کی حقیقت انسان یا حیوان کی فرضی مورتیوں ، الوہیت کی طاقتوں کو فرضی مظاہر بلا دلیل و سند مان کر عبادت کرنا ہے مگر قبور انبیاء اور اولیاء اور ان کے تماثیل اور مقاماتِ مقدسہ اور متبارکہ کی تعظیم داخلِ بت پرستی نہیں ورنہ آیاتِ قرآنیہ اور قوانینِ الٰہیہ میں تناقص لازم آئے گا ۔

ثبوت تعظیم مقاماتِ متبرکہ

انّ اوّل بیت وضع للنّاس للّذی ببکّۃ مبارکاً وھدیً للعالمین فیہ آیات بیّنٰت مقام ابراھیم ۔ (پ۴ آلِ عمران)

تحقیق پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے مبارک ہے اور عالمین کے لئے باعثِ ہدایت ہے ۔ اس میں

روشن نشانیاں اور مقام ابراہیم یعنی ان کے کھڑے ہونے کی جگہ یعنی نقش پائے ابراہیم ۔

تفسیر عثمانی ص۶۳ مع ترجمہ فارسی ۔ تفسیر جلالین ص۵۷ مطبوعہ اصح المطابع کراچی میں ہے :۔

مقام ابراھیم ای الحجر الّذی قام علیہ نباء البیت فاثر قدمیہ فیہ وبقی الی الاٰن مع تطاول الزمان وتداول الاعلیہ ۔

کہ بیت اللہ مقامِ ابراہیم علیہ السلام سے مراد وہ پتھر ہے جس پہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے ، آپ کے قدم اس پہ اثر کر گئے اور وہ اب تک باقی ہیں

(تفسیر موضح القرآن ص۶۲)

یہ ہوئی تعظیم نقش قدم ابراہیمؑ ۔ اس مقام کی تعظیم کو یا زیارت کو باعثِ برکت ہونے کو داخل شرک کرنا اور بت پرستی میں داخل کرنا جہالت ہے ۔

ع

اللہ رے برکت نقش کفِ پائے حضرت ابراہیم

جلالین ص۵۶ حاشیہ ۴ میں انس بن مالک سے یہ روایت

بھی موجود ہے۔

رأیت المقام فیه اصابع ابراهیم واخمص قدمیه غیر انه اذهبه مسح الناس بایدیهم !

میں نے مقام ابراہیم کو خود دیکھا ہے۔ اس میں آپ کے قدموں کی انگلیوں کے حتیٰ کہ کفِ پائے مبارک کے نشانات بھی موجود ہیں لیکن اب لوگوں کے چھونے سے مٹ چکے ہیں۔

تفسیر مدارک صـ ۱۳۳ جلد اوّل مطبوعہ مصر میں ہے کہ یہ نشانات جو اس پتھر میں ہیں، اس وقت بنائے کعبہ میں جب ان پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ نقشِ قدم اس وقت لگے جب آپ شام سے بصورتِ زائر آئے اور زوجہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ان کو اس پتھر پر قدم رکھ کر غسل دیا۔

تفسیر مظہری صـ ۹۴ جلد اوّل میں ہے۔

کان فیه اثر قدمیه فاندرس من کثرة المسح بالایدی

کہ اس میں نشانِ قدم تھے لیکن لوگوں کے کثرتِ مَس کی وجہ سے مٹ گئے مگر تعظیم اور تبرک باقی ہے۔

تعظیم صفا و مروہ

ان الصفاء والمروة من شعائر الله ۔ (پ ۲)

تحقیق صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب (پ ۱۷ حج)

اور جو کوئی تعظیم کرے خدا کی نشانیوں کی پس پرہیزگار دل والا ہے۔

معلوم ہوا اللہ کی عبادت واجب اور اس کے نشانات اور شعائر کی تعظیم پرہیزگاروں کا کام ہے۔ اور ان کے نشانات کی توہین و تذلیل حصۂ فاسقین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تعظیم حجرِ اسود اور روضہ سرکار رسالت مآب داخلِ بت پرستی نہیں اور نہ ہی شرک ہے۔

بیت اللہ شبیہ بیت المعمور ہے

چنانچہ تفسیر جمل حاشیہ جلالین صـ ۲۹۷ جلد اوّل میں ہے۔

وذالك ان الله وضع تحت العرش البیت المعمور۔ وامر الملائكة الذین فی الارض ان یبنوا بیتا فی الارض علی امثاله وقدره فبنوا هذا البیت وامروا ان یطوفوا کما یطوف اهل

السمٰوٰت با لبیت المعمور۔

کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے بیت المعمور کو بنایا پس حکم ہوا کہ اس کا طواف بھی اسی طرح کیا جائے جیسا کہ بیت المعمور کا اہلِ آسمان کرتے ہیں۔

اور یہی روایت تفسیر مظہری صـ۹۲ پر امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ بیت اللہ شریف بیت المعمور کی شبیہہ ہے اور بیت المعمور تحت العرش ہے۔ معلوم ہوا کہ ابتدا سے مقامات مقدسہ کی شبیہہ بنانے کا سلسلہ عرش سے شروع ہوا۔ کہ اس لامکان غیر محدود خالق نے اپنی ذات کے مظہر بنانے سے تو منع کیا کہ میرا مظہر کامل بننا محال ہے لہٰذا مطلق کو مقید نہ کرو، نہ معقول کو محسوسات میں لاؤ۔ عبادت حق مرتبہ الوہیت بذاتہ ہے مظاہر جزئیہ کا حق نہیں جیسا کہ کلیت حق انسان مطلق ہے۔ اس کے جزئی افراد کا حق نہیں۔ وسعت اور دائمی روانی بحرِ مطلق کا حق ہے اس کے امواج کا حق نہیں۔ لہٰذا بُت سازی منع ہوئی، کیونکہ وہ خدا کے مظہر سمجھے جانے لگے تھے۔ چونکہ انسان بھی خدا کا مظہر اتم ہے اس کی تمثال بھی بُت پرستی تھی لہٰذا وہ بھی منع ہوئی۔

چونکہ مکان کی شبیہہ میں یہ شائبہ نہیں۔ کیونکہ مکان کو کوئی مکین نہیں سمجھتا بلکہ مکان ایک نشان ہے جس کو دیکھ کر صاحب البیت یاد آتا ہے۔ لہٰذا تحت العرش، عرش کی شبیہہ بیت المعمور بنی اور زمین پر بیت المعمور کی شبیہہ بیت اللہ بنا۔ یہ ہوئی مسجد حرام اور اس مسجد کی شبیہیں قریہ بقریہ اور بستی بستی میں بنیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی مکان کی شبیہہ بنانے میں کوئی حرج نہیں لیکن مکین کی شبیہہ نہ ہو۔ اگر سارے دعوتی ملّاں مل کر بیت اللہ و حجرِ اسود روضہ سرورِ کائناتؐ، دیگر بزرگوں اور اہل بیت کے روضے اور ان کی تماثیل اور شبیہیں بُت پرستی کی تعریف میں داخل کر دیں تو ان کو فی دلیل ایک ہزار روپیہ دیا جائے گا ورنہ بلا تحقیق شبیہہ روضہ حسین علیہ السلام پر اعتراض نہ کیجئے۔ معلوم ہوا کہ تماثیل دو قسم کے ہیں۔ ایک مکانوں کے نشانوں کے وہ شبیہہ اور تماثیل جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوائے تھے۔ اگر دونوں ایک ہوتے تو ایک بنی بنوانا کیوں اور دوسرا توڑتا کیوں۔

وجود تماثیل اور شبیہ

بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام از قرآن کریم

جن لوگوں کو شبیہہ روضہ حسین علیہ السلام میں اعتراض ہے ان کے نزدیک تو بزرگوں کے روضے بھی بے ثبوت اور بے سند ہیں اور قابل انہدام ہیں۔ چنانچہ جنت البقیع کے تمام روضوں کی بربادی آج تک کس کی بدولت نوحہ خواں ہے اور روضہ سرکار دو عالمؐ کے گرانے کی فکر میں کون ہیں اور باقی بزرگوں کے نشانات ان کی بے کسی کی وجہ سے کھڑے ہیں۔ اس لئے ان کے ہاں شبیہہ روضہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دعوتیو! تقیہ کی بجائے منافقت کو روا رکھنے والو! ذرا اپنی اخبار میں داتا گنج بخشؒ، بابا فریدؒ، غوث پاکؒ، تونسہ شریف کے روضوں کی نسبت تو بتاؤ یہ آپ کے نزدیک جائز ہیں یا ناجائز؟ اگر جائز ہیں تو کس دلیل سے اور اگر ناجائز ہیں تو کس دلیل سے؟ اگر ناجائز ہیں تو فتوے شائع کرو ورنہ ہم سے شبیہہ روضۂ حسینؑ کا ثبوت کس منہ سے مانگتے ہو۔ شرم کہاں ہے۔ آیئے ہم آپ کو مقاماتِ مقدسہ

کی اصل اور تمثال دونوں کا ثبوت قرآن مجید سے دکھلاؤں تاکہ تمہیں بصیرت حاصل ہو۔ قساوتِ قلبی دور ہو کر رقتِ قلب آئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہ المبین یعملون لہ مایشآء من محاریب وتماثیل۔ (پ۲۲۔ س سباء)

"جنات بناتے تھے حضرت سلیمانؑ کیلئے محراب اور تماثیل"

تفسیر جلالین صفحہ ۳۶۰ میں ہے:

محاریب الابنیۃ مرتفعۃ یصعد الیھا بدرج وتماثیل جمع تمثال وھو کل شیٔ مثلتہ بشیٔ ای صور من نحاس وزجاج ورخام ولم تکن اتخاذ الصور حراماً فی شریعتہ۔

کہ محاریب جمع محراب کی ہے اور وہ اونچی عمارت کو کہتے ہیں، جس پر سیڑھی سے چڑھا جائے اور تماثیل جمع تمثیل کی ہے اور وہ کسی اصل شئے کی مثال اور شبیہہ بنانے کا نام ہے یعنی تانبے، کانچ، پتھر کی صورتیں۔ اور یہ صورتیں حضرت سلیمانؑ کی شریعت میں مباح تھیں۔

تفسیر فتح القدیر صفحہ ۳۰ جلد ۴ میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ:-

محراب مکان رفیع اور بلند کو کہتے ہیں ۔ بقول بردہ ہے ۔ جس پر سیڑھی کے بغیر چڑھا نہ جائے ، اور مقاماتِ مقدّسہ کو اس لئے محراب کہتے ہیں کہ یرفع یعظم کہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے ، اور ان کی رفعت دل میں ہوتی ہے ۔ معلوم ہوا محاریب سے مراد مقاماتِ مقدّسہ متبرّکہ مجیدہ بزرگوں کی جگہیں یادگاریں ہیں ، اب فرمائیے !

اصل روضہ مقدّس محراب ہے یا نہیں اور تعزیہ اس کی تمثال ہے یا نہیں ، اگر ہے تو اعتراض کیسا ۔ اصل حکم موجود ہے اور قرآن کریم میں بیت المقدس کو اسی لئے محراب کہا گیا ہے کہ مقدس مقام ہے فنادته الملئكة وهو قائم يصلّي في المحراب ۔

(پ ۳ س آلِ عمران)

کہ حضرت ذکریا کو فرشتوں نے پکارا اس حال میں کہ وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے ۔ معلوم ہوا کہ محراب سے مراد معبد اور مسجد اقصیٰ ہے ۔ جیسا کہ جلالین ص۵۰ میں ہے ۔

ای المسجد ۔ کہ اس سے مراد مسجد ہے ۔ آپ بیت اللہ مقام حضرت ابراہیمؑ کا بیان پڑھ چکے کہ بیت اللہ اگرچہ خدا کا گھر ہے مگر

اس میں نقش پائے حضرت ابراہیم واجب التعظیم اور بزرگوں کی تعظیم کا آئینہ دار ہے ۔

اب بیت المقدس کی نسبت بھی کتب اہلِ سنّت سے پڑھ لیجئے کہ یہ کس بزرگ کی یادگار ہے اور اس میں کس بزرگ کی نسبتِ متبرکہ کا حصّہ شامل ہے ۔ کیونکہ محاریب سے مراد حسب بیان تفسیر مظہری ص۱۳

قصور حصينة ومساجد رفيعة ومساكن شريفة سمّيت لانّه يذبّ عنها ويحارب عليها ۔

مقاماتِ شریفہ عماراتِ عالیہ مساجد رفیعہ مراد ہیں ، ان کو محراب کہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے اس کی بے حرمتی سے لوگوں کو روکا جاتا ہے ، اور اس پہ جنگ اور لڑائیاں ہوتی ہیں اور جب مسجد اقصیٰ کی ابتدا حضرت داؤد علیہ السلام نے کی ۔

تفسیر کشاف ص۲۵۵ جلد ۳ میں ہے :-

اسّس بناء بيت المقدس في صح فسطاط موسىٰ عليه السّلام ۔

کہ بیت المقدس کی بنیادیں وہاں رکھی گئیں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ تھا ۔

اللہ رسے یادگار را کا برخیمہ موسیٰ کی یاد قائم کی گئی۔ مگر وہابیوں کو بزرگوں کی دشمنی میں کچھ نظر نہیں آتا خواہ بیت اللہ یا بیت المقدس میں بزرگوں کی تعظیم کا شائبہ شامل ہو گیا ہو۔ کیونکہ وہ اللہ والے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محاریب سے مراد مقاماتِ مقدسہ اور تماثیل سے مراد ان کی شبیہیں ہیں۔ اب فرمایئے روضہ حسینؑ مقام شریف ہے اور تعزیہ شریف اس کی شبیہہ ہے۔ اصل اور شبیہہ دونوں کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ فرمایئے اعتراض کیسا۔

ایک شُبہ کا اَزالہ

رہا یہ شُبہ کہ اُس وقت تصویریں جائز تھیں اب ناجائز ہیں۔ یہ نہارے بعض مفسّرین کی کوتاہ نظری اور خام خیالی ہے۔ تصویرِ انسان اور بُت حضرت ابراہیم بلکہ نوح علیہ السّلام کے وقت سے حرام اور ناجائز چلے آرہے ہیں۔ جیساکہ قرآن حکیم کہتا ہے:۔

ماھٰذہٖ التّماثیل الّتی انتم لھا عاکفون ہ

بقول حضرت ابراہیمؑ اس قسم کی تصویر کبھی جائز نہیں ہوتی بلکہ یہ مقاماتِ مقدّسہ کی شبیہیں تھیں۔ جیساکہ تفسیر مظہری صہ ۱۵ سورۃ سبا میں ہے:۔

قلت لعل المراد تماثیل غیر ذی روح لانّ تماثیل الانسان کانت یعبد قبل۔

کہ شبیہیں روح کی تھیں۔ کیونکہ انسان کی تمثال قبل ازیں پوجی جاتی تھیں اور اس کی حرمت نازل ہو چکی تھی۔

اگرچہ بعض مفسّرین اہلسنّت نے اس سے مراد صور انبیاء اور اولیاء صالحین لئے ہیں جیساکہ (کشاف صہ ۲۵۳ جلد ۳ اور فتح القدیر صہ ۳۰۷ جلد چہارم) اور دیگر تفسیروں میں ہے:۔

وتماثیل الّتی صورا لملٰئکۃ والنّبیّین والصّالحین کانت تعمل فی المساجد من کاسٍ وصفرٍ و زجاج لیراھا النّاس فیعبد نحو عبادتھم۔

کہ تماثیل سے مراد صور ملائکہ اور انبیاء و اولیاء اللہ تھیں جو مساجد میں بنائی جاتی تھیں، تانبے پیتل کانچ وغیرہ سے تاکہ لوگ دیکھ کر اثر قبول کریں اور ان کی طرح عبادت کریں۔ مگر نہیں یہ غلط ہے یہ تو بُت ہو گئے، بُت پرستی اور کس بلا کا نام ہے۔ روضہ حسینؑ کی شبیہہ کے دشمنوں کی کتابیں اور تفسیریں مساجد میں بھی بُت لے آئیں۔ یہ غیر ذی روح کے مجسّمے اور تمثال تھے۔ بزرگوں کے مقاماتِ مقدّسہ کی

شبیہیں جن کو دیکھ کر شوقِ عبادت پیدا ہوتا تھا۔ بیت المقدس خیمہ موسیٰ کی تمثال اور بیت اللہ شریف میں مقامِ ابراہیم کا نقش یا اور ان کی تماثیل تھیں جیسا کہ میرا امام بحقِ ناطق قرآن صادق آلِ محمدؐ رد کرتا ہے کہ یہ تصویریں ذی روح کی نہ تھیں۔

دیکھو تفسیر صافی ص۲۷۲ وتماثیل فی الکافی والمجمع عن الصادق)

واللہ ما ھی تماثیل الرّجال والنّساء ولکنّھا الشّجر وشبہ

کہ وہ تصویریں جو سلیمان علیہ السلام بنواتے تھے، مردوں اور عورتوں کی تصویریں نہ تھیں، جیسے لات منات عزیٰ۔ کہ بعض بت مردوں کی صورت کے تھے اور عزیٰ عورت کی صورت تھی۔ بلکہ وہ مقدس اشجار اور ان کی مثال مقاماتِ شریفہ کی شبیہیں تھیں۔

افسوس شبیہہ تعزیہ پر اعتراض کرنے والوں کی کتابوں سے بت سازی نکل رہی ہے۔ میرے امام پاک نے قسم کھا کر کہا کہ وہ بت نہ تھے تاکہ ان کی تردید ہو جائے۔ ان بزرگوں کے مذہب میں انبیاء کی تصویروں کو دیکھنا عبرت حاصل کرنا ثواب سمجھنا۔ بلکہ دیکھ کر اور سن کر رونا سنّتِ صحابہ بلکہ رونا سنّتِ ابوبکر ہے۔

وجود تصاویر انبیاء بعہد صحابہ کرام کا دیکھ کر ثواب حاصل کرنا اور دلیلِ نبوّت سمجھنا اور حضرت ابوبکر کا اُن کے حالات سن کر رونا

چنانچہ میں حضرات اہل سنّت کی مستند کتاب "دلائل النّبوّۃ" مصنّف ابو نعیم اصفہانی ص۱۰ مطبوعہ حیدر آباد دکّن سے پورا واقعہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ یہ بزرگ عہدِ سلیمان سے بلکہ عہدِ آدم علیہ السّلام سے کس طرح تصاویرِ انبیاء کا سلسلہ چلتا چلتا عہدِ رسالتؐ تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کا دیکھنا ثواب موجبِ برکات سمجھتے آتے ہیں۔

تماثیل انبیاء علیہم السلام سے شبیہہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتیاز

عن ابی جبیر بن مطعم یقول لمّا بعث اللہ عزّوجلّ نبیّہٗ وظھر امرہ بمکّۃ خرجت الی الشّام فلمّا کنت ببصری اتانی جماعۃ من النّصاریٰ فقالوا امن اھل الحرم انت قلت نعم قالوا اھل تعرف ھٰذا الّذی تنبّأ فیکم قلت نعم فاخذوا بیدی فادخلوا فی دیرٍ لھم فیہ تماثیل وصورٌ فقالوا انظر ھل تری صورۃ ھٰذا

الّذی بعث فنظرت فلم ارا صورتہ فقلت لا اری صورتہ فادخلونی دیراً اکبر من ذالك الدّیر فاذا فیہ تماثیل و صورٌ اکبر منا فی ذالك الدّیر فقالوا انظر ھل تری صورتہ فنظرت فاذا انا بصفۃ رسول اللّٰہ ﷺ و صورتہ قالوا ھو ھذا قلت نعم۔ (دلائل النبوۃ ابو نعیم مطبوعہ حیدر آباد ص۹)

جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مبعوث کیا اور آپ کا امر ظاہر ہوا تو میں سفرِ شام کو گیا۔ جب میں شہر بصرہ میں پہنچا تو میرے پاس ایک جماعت نصاریٰ کی آئی۔ اُنہوں نے کہا آپ اہلِ حرم سے ہیں، یعنی اہلِ مکہّ سے۔ میں نے کہا ہاں! میں اہلِ حرم سے ہوں۔ اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک گرجے میں لے گئے۔ اس میں چند تماثیل اور تصویریں تھیں۔ اُنہوں نے کہا دیکھ ان میں تمہارے رسولؐ کی کون سی تصویر ہے۔ میں نے دیکھا تو حضورؐ کی تصویر نظر نہ آئی میں نے کہا میں آپؐ کی تصویر نہیں دیکھ رہا۔ اُنہوں نے مجھے اس سے بھی بڑے گرجے میں داخل کیا جس میں بہت تماثیل اور تصویریں تھیں۔ پھر اُنہوں نے کہا اب دیکھ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شبیہہ اور تصویر پہ میری نظر پڑی۔ اُنہوں نے کہا کیا یہ تصویر

تمہارے رسولؐ کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔

دوسری روایت اس صفحہ میں بسلسلہ سند عبداللہ بن محمد بن جعفر اور عبدالرحمن بن الحسن اور مسعود بن یزید القطان اور ابو داؤد عباد بن یزید موسیٰ بن عقبہ القرای سے روایت کی گئی ہے کہ ہشام بن عاص نعیم بن عبداللہ اور ایک اور آدمی ابوبکرؓ کے زمانہ میں شاہِ روم کی طرف بطورِ سفیر گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم کو شاہِ روم کے حکم سے ایک گرجا میں داخل کیا گیا۔ اس میں ہم نے اکثر دُنیا کی تصویریں اور تماثیل بنی ہوئی دیکھیں۔ چنانچہ آدم نوح، ابراہیم، مُوسیٰ، عیسیٰ سب کی تصویریں موجود تھیں اور وہ دروازے کھول کر ہم کو دکھاتے تھے۔ حتّیٰ کہ ایک دروازہ کھُلا تو فقلنا ھذا صورت نبیّنا قد عرفنا فانّا قد رأیناہ۔ کہ یہ ہمارے رسولؐ کی تصویر ہے۔ ہم پہچان گئے ہیں کیونکہ ہم حضورؐ کو دیکھ چکے ہیں۔ مگر ان دوسرے پیغمبروں کی تصویروں کی نسبت کیسے تسلّی ہو کہ یہ اصل ہیں۔ اُنہوں نے کہا:۔

ان اٰدم علیہ السّلام سال ربّہ ان یریہ صورت بنی بنی اخرج الیہ صورھم فی خرق الحریر من الجنّۃ فاصا بھا ذوالقرنین فی خزانۃ اٰدم فی مغرب الشّمس فلمّا کان دانیال

صوّرها ھٰذہ الصّور حتّٰی باعیا تھا۔

"کہ آدم علیہ السلام نے اپنے اللہ سے سوال کیا تھا کہ مجھے جملہ انبیاء فرداً فرداً دکھائے جائیں۔ اللہ نے ان کی صورتیں جنت سے ایک ریشمی کپڑے میں نقش کر کے حضرت آدم کے پاس بھیج دیں۔ وہ کپڑا حضرت آدمؑ کے خزانہ میں رہا۔ حتّٰی کہ حضرت ذوالقرنین جب سورج کے غروب ہونے کے مقام پہ پہنچے تو آپ کو یہ کپڑا خزانہ آدم سے مل گیا تو آپ بہت مسرور ہوئے۔ جب حضرت دانیال پیغمبر کا زمانہ آیا تو انہوں نے نئے سرے سے اس کی تماثیل اور شبیہیں بنائیں۔ پس یہ بعینہٖ حضرت دانیال کی بنائی ہوئی ہیں۔

معلوم ہوا پیغمبروں کی شبیہیں بنانے میں اللہ کا حصہ پھر آدم کا پھر حضرت دانیال کا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب ہم ابوبکر کے پاس آئے تو ہم نے تمام قصہ بیان کیا جو دیکھا تھا۔ اور جو شاہِ روم نے بیان کیا، جس طرح سے شاہِ روم نے ہم کو قریب کیا۔

فبکی ابوبکر وقال انا مسکین لو اراد اللہ خیر الفعل ثم قال اخبرنا رسول اللہ انھم والیھود ...بجد وتا لعت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

"پس ابوبکر رو پڑے۔ کہا میں ایک مسکین ہوں۔ اللہ نیکی کی توفیق دے۔ پھر کہا یہ قصہ درست ہے۔ کیونکہ ہم کو رسول اللہ نے خبر دی تھی کہ یہود و نصاریٰ کے ہاں بعثتِ محمدؐ کے نشانات موجود ہیں۔"

شیخ ابونعیم کہتا ہے کہ یہ حدیث حضورؐ کی صداقتِ نبوّت پر دلالت کرتی ہے کہ قبل بعثت آپ کی اصل تمثیل موجود تھی، اور یہ دلیلِ نبوّت ہو گئی۔ غلط چیز سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔ پھر صحابہ نے اس کو غلط نہیں کہا۔ ابوبکر نے تردید نہیں کی بلکہ تصدیق کی۔ اللہ اکبر! یہ ہے حال شبیہہ روضۂ مقدس مظلوم پر اعتراض کرنیوالوں کے مذہب کا۔

خود تو پیغمبروں کی تصویروں کا سلسلہ جنّت سے شروع کر کے حضرت آدمؑ کے پاس لائے۔ ذوالقرنین نے دیکھا۔ حضرت دانیال نے نئے سرے سے تصویریں بنائیں۔ صحابہ کرام نے دیکھا۔ حضرت ابوبکر سن کر رو پڑے اور تصدیق کی۔ مگر ہمارے امام غریب کے روضہ کی شبیہہ پر اعتراض ہے۔

ع

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

اب میں قریشی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ سب صحابہ کے

نکاح تو نہیں ٹوٹ گئے کیونکہ مقاماتِ مقدّسہ کی شبیہہ تو کجا یہ تو اصل مقدسین کی تصاویر دیکھ آتے ہیں۔ دعوتی صاحب کو چاہیئے کہ انعام مجھے بھیج دیں ورنہ اس قسم کے سوالات کرنے سے معافی مانگ لیں شبیہہ تعزیہ واجب ہے نہ فرض بلکہ مستحب ہے، موجب زیادتی غم حسینؑ ہے جس کی نظیر کا قرونِ اُولیٰ میں ہونا کافی ہے۔ مگر یہاں تو اصل پیغمبروں کی شبیہوں کی حدیثیں موجود ہیں۔ چہ جائیکہ انکے مقاماتِ مقدّسہ کی تماثیل تعزیہ ایک نشانی ہے۔ قبرِ حسینؑ علیہ السّلام کی نشانی بصورتِ شیشی بخاکِ کربلا خود حضورؐ کے پاس موجود تھی۔ جیسا کہ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۲ باب مناقب اہلبیت) اور وہی شیشی جناب اُمّ سلمہ کے پاس رہی (دیکھو صواعق محرقہ)۔

اب یہ بھی سُن لو کہ تعزیہ کس نے بنایا

تعزیہ داری کا سب سے بڑا دشمن سُنّی مولوی ابوالاظہر مولوی غلام حیدر خطیب جامعہ سراجال حسین آگاہی ملتان۔ عطاء اللہ بخاری کا چیلہ خاص اپنی کتاب انتباہ الشیعہ باقوال الآئمہ المرضیہ ص۲۲ مطبوعہ ملتان۔ میں لکھتا ہے اور یہ رسالہ وہ ہے جو اس نے پوری ہرزہ سرائی کے ساتھ

لکھ کر امام مظلوم کے ماتم کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر عطاء اللہ شاہ بخاری کی نذرِ عقیدت کیا تھا۔ اس کے شروع میں اس کی یہ نذرِ عقیدت بطور عنوان درج ہے لکھا ہے کہ :۔

"آپ کہتے ہوں گے کہ پھر آخر یہ تعزیہ کس نے بنایا ہاں! سُنو یہ تعزیہ اور باقی رسُومات عزاداری محرّم کئی صدیوں سے واقعہ کربلا کے بعد تیمور لنگ بادشاہ نے قائم کئے ہیں جو فاسق و فاجر اور ظالم و متبدع بادشاہ تھا۔ وہ کم بخت نہ صحابی تھا نہ تابعی جس کی سنّت ہمارے لئے واجب الاتباع ہوتی۔ بلکہ وہ بدبخت عقیدہ رافضی اور عملاً فاسق و فاجر انسان تھا۔ اس لئے یہ تعزیہ بنانا، عَلم اور ذوالجناح تیار کرنا بدعت اور حرام ہے"۔ (انتہی ص۲۳ انتباہ الشیعہ)۔

آپ نے اہل سُنّت کے بے سَند محقّق کی کتاب سے معلوم کر لیا ہوگا کہ تعزیہ کا بانی امیر تیمور رحمتہ اللہ علیہ ہے اور اس کی زبانی آپ نے امیر تیمور کے متعلق جو ہرزہ سرائی کی ہے یہ بھی دیکھ لی۔ اب ذرا اہلِ سُنّت کی کتاب سے امیر تیمور تعزیہ ساز کی شان بھی سُن لیجئے تاکہ اس

مُلّاں کی زاری نمائی کی حقیقت کھل جائے۔ اور اس بانیٔ تعزیہ رافضی کی شان معلوم ہو جائے۔

وقتِ نزع تیمور کے بالیں پر

رسولِ خدا شفیع المذنبین کی تشریف آوری اور شفاعت

(چنانچہ دیکھئے اہلسنّت کی شیعہ کش کتاب صواعق محرقہ ص۱۴۷)

انّہٗ لمّا مرض تمرلنگ مرض الموت اضطرب فی بعض الایّام اضطرابًا شدیدًا فاسود وجہہٗ وتغیّر لونہ ثمّ افاق فذکروا لہ ذالک فقال انّ الملٰئکۃ العذاب أتونی فجاء رسول اللہ فقال لھم اذھبوا عنہ فانّہ کان یحبّ ذرّیتی ویحسن الیھم فذھبوا عنہ۔

کہ تحقیق جب تمرلنگ مرض الموت میں بیمار ہوتے تو ایک دن بہت بیقرار ہوئے۔ پس ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور رنگ بدل گیا۔ پھر ہوش میں آ گئے۔ فرزندان اور اہلکاروں نے ان کے پاس یہ ذکر کیا کہ ابھی تمہارا یہ حال تھا، اب تم ہوش میں آ گئے۔ فرمایا ابھی ابھی عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تھے ان کو دیکھ کر میرا رنگ فق ہو گیا

بس پھر کیا تھا۔ فوراً رسولِ خدا میرے بالیں پر تشریف فرما ہوئے اور آکر فرشتوں سے کہا کہ چلے جاؤ! میں اس کی شفاعت کیلئے آیا ہوں۔ یہ میری اولاد کا حبدار اور میری اولاد سے احسان کرتا تھا۔

اَللّٰہُ اَکْبَر! شانِ رافضی تعزیہ دار کہ وقتِ نزع مختارِ دو عالم سرہانے آ گئے۔ یہ حال تو امیر تیمور کا وقتِ نزاع تھا۔ اَب ذرا دیکھئے مرنے کے بعد امیر تیمور کس منزل پہ پہنچے۔

امیر تیمور بعد مرگ بدر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دیکھو صواعق محرقہ علّامہ ابنِ حجر مکّی دشمن شیعہ کی کتاب ص۱۴۷ سطر۵

رواہ النجّم بن فھد والمقریزی انّ بعض القراء کان اذا مرّ بقبر تمرلنگ قرء خذوہ فغلّوہ ثمّ الجحیم صلّوہ الآیۃ وکرّرھا قال فبینا انا نائمٌ رأیت النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وھو جالسٌ وتمرلنگ الی جانبہ قال فنھرتہٗ قلت الی ھنا یا عدو اللہ واردت ان اخذہ بیدہ واقیمہ من جانب النّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال لی

النبی دعہ فانہ کان یحب ذریتی فانتبہت فزعاً وترکت ما
کنت اقرؤہ علی قبرہ فی الخلوۃ۔

مؤرخ نجم بن فہد اور مقریزی نے روایت کی کہ ایک قاری قرآن جب امیر تیمور لنگ کی قبر پر سے گذرتا تو یہ آیت پڑھتا کہ اے فرشتو اس کو پکڑو اور طوقِ جہنم پہناؤ۔ پھر جہنم میں داخل کرو۔ آخر آیت تک یہی قاری کہتا ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے رسولِ خداؐ کو دیکھا۔ حضورؐ تشریف فرما ہیں اور تیمور لنگ آپ کی ایک جانب بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹا کہ او دشمنِ خدا تو یہاں کہاں۔ میں نے ابھی ارادہ ہی کیا تھا کہ اس کو پکڑ کر اٹھا دوں اور حضورؐ سے دور کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا مولوی اس کو چھوڑ دے یہ میری اولاد کا محبدار ہے۔

پس میں ڈر کر بیدار ہوا۔ اس کے بعد میں نے اس کی قبر پہ وہ آیت پڑھنی چھوڑ دی اور اس کو برا کہنا ترک کردیا۔ الخ

حضرات یہ شان اس کی ہے جس نے تعزیہ بنایا۔ اب یہ دعوتی حضرات سے پوچھتا ہوں کہ دشمنوں کی گواہی کے مطابق تعزیہ ساز کا یہ انجام ہوا کہ رسولِ خداؐ نے اس کی بالیں پہ وقتِ نزاع شفاعت کی اور عذاب سے بچایا۔ بعد مرگ اپنے پاس بٹھا لیا

اور محبِ اہل بیتؑ ہونے کا دو دفعہ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ اب فرمایئے تعزیہ داری حبِ آلِ محمدؐ میں داخل ہوئی یا نہ ہوئی۔

اب ہم رسولِ خداؐ کا تعزیہ ساز سے برتاؤ دیکھ کر جا بجا تعزیہ داری کریں یا نہ کریں۔ جتنے ثبوت ہم کو تعزیہ داری کے ملتے ہیں اتنے تو تمہارے خلفاء کی خلافت کے بھی نہیں ملتے۔

اب فرمایئے کیا کریں۔ ذرا اپنے ملاں کی ہرزہ سرائی بحق امیر تیمور علیہ الرحمۃ اور رسالت مآبؐ کی نوازش کا تطابق کیجئے اور پھر تعزیہ پہ اعتراض کیجئے۔

زنجیر زنی فرطِ محبت کی علامت ہے

فلما رأینہ اکبرنہ وقطعن ایدیھن وقلن حاش للہ
ما ھذا بشراً ان ھذا الا ملک کریم۔ (پ۱۲۔ سورہ یوسف)

ترجمہ:۔ پس جب دیکھا انہوں نے اس کو بڑا جانا اور کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے اور کہا پاکی ہے واسطے اللہ کے نہیں یہ آدمی مگر فرشتہ بزرگ۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ)

تفسیر کبیر ص۱۲۴ جلد ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:۔

انّما اکبرنہ لانّھنّ رأین علیہ نور النّبوّۃ وھیئۃ الملکیّۃ وھی عدم الالتفات الی المطعوم والمنکوح وعدم الاعتداد بھن وکان الجمال العظیم مقرونا بتلك الھیبۃ والھیئۃ فتعجبین من تلك الحالۃ فلاجرم اکبرنہ وعظمنہ ووقع الرعب والمھابۃ فی قلوبھنّ۔

"یعنی ان عورتوں نے حضرت یُوسف علیہ السلام کو اس لئے بڑا سمجھا کہ آپ کے اُوپر نُورِ نبوّت اور علاماتِ رسالت اور آثارِ انکساری اور حشمت دیکھی اور ہیبت نبوّت اور ہیئتِ ملکیّت بھی مشاہدہ کی اور وہ کھانے پینے کی طرف عدم التفات تھی، اور اس ہیبت اور ہیئت کے ساتھ ساتھ جمالِ عظیم بھی مقرون تھا۔ لہٰذا وہ عورتیں حیران ہوگئیں اس لئے آپ کو بڑا سمجھا۔ عظمت کی وجہ سے رُعب اور ہیبت دلوں میں سما گئی اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

یعنی ان عورتوں کو حضرت میں دو چیزیں نظر آئیں جمالِ عظیم اور سیرتِ ملکیہ طاہرہ مطہرہ۔ پس حُسن مُوجبِ حُبّ شدید ہوا اور سیرت ملکیہ مُوجبِ عدمِ وصال۔ لہٰذا وہ عورتیں محبّت اور حسرت میں سرشار ہو کر

اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔

تفسیر عرائس البیان جلد اوّل صفحہ ۴۲۱ مطبوعہ نولکشور میں اسی آیت "رأینہ اکبرنہ" الخ کے ماتحت لکھا ہے کہ:-

عظمنہ بعظمۃ اللّٰہ وھبن منہ واحارین فی وجھہ نور ھیبۃ اللّٰہ۔

کہ اُنہوں نے اس کو بوجہ عظمتِ خداوندی کے بڑا سمجھا اور آپ کے چہرے میں جب ہیبت اللّٰہ کا نُور دیکھا تو ہیبت میں آگئیں۔

وقطعن ایدیھن وذالك من استغراقھن فی عظمۃ اللّٰہ وجلالہ۔

کہ اُنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ خدائی عظمت اور جلال میں مستغرق ہو کر۔ آیۂ ہٰذا سے معلوم ہوا کہ فرطِ محبّت میں اپنے ہاتھوں کو چھُریوں سے زخمی کرنا دلیلِ محبّت ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں یہ علامات لکھ کر اس کی کوئی رَد موجود نہ ہونا اس کے دلیلِ محبّت ہونے پر دال ہے۔

لہٰذا جو نوجوان محبّتِ حسین علیہ السّلام میں زنجیر کا ماتم کرتے ہیں ان کی محبّت میں شک کیوں کیا جاتا ہے۔ کیا کربلا کا واقعہ ہائلہ فرزندِ رسول

کا قتل، بنی زادیوں کی اسیری محیّر العقول نہیں؟ اس میں اگر کوئی شخص حیران ہو کر زنجیر زنی کرے تو تعجب کیا؟ اپنے محبوب کے مصائب سن کر خود کو مبتلائے مصائب کر لینا کمالِ محبت ہے۔ چنانچہ عاشقانِ رسولؐ حضرت اویسؓ قرنی کا قصہ مشہور و معروف ہے۔

دیکھو سیرت حلبیہ صفحہ ۲۸ جلد دوم

وقال واللہ ماکسرت رباعیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حتّٰی کسرت رباعیتی ۔ الخ

کہ حضرت اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم صرف حضورِ رسالت مآبؐ کے دانت ہی نہیں توڑے گئے حتّٰی کہ میرے بھی توڑے گئے۔ حضورؐ کا چہرہ ہی زخمی نہیں ہوا بلکہ میرا بھی زخمی ہوا ہے

اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت اویس قرنی ظاہراً تو شاملِ جہاد ہوئے نہیں یہ دانت کیسے زخمی ہوئے، چہرہ کیسے زخمی ہوا اور کس نے کیا۔ اگر یہ سب کچھ حضرت اویس قرنی نے خود کیا ہے تو غمِ محبوب میں کیا کیا جائز ہو گیا۔

سیاہ پوشی

وقد لبس السّواد جماعۃ یوم قتل عثمان وغیرہ کالحسن کان یخطب ثیاب سود وعمامتہ سوداء۔

(شرح شمائل ترمذی صفحہ ۱۳۶)

کہ حضرت عثمان کے قتل کے دن صحابہ کی ایک جماعت نے سیاہ لباس پہنا جیسے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسین علیہ السلام ہمیشہ خطبہ سیاہ لباس پہن کر دیتے تھے۔ حتّٰی کہ پگڑی بھی سیاہ ہوتی تھی۔ انصاف کرو۔ اگر قتلِ عثمان کے دن صحابہ کرام سیاہ پوشی کر سکتے ہیں تو قتلِ حسین علیہ السّلام کے دن شیعہ کی سیاہ پوشی بدعت اور حرام کیوں ہو جاتی ہے۔ محبّانِ آلِ عبا، غمِ حسین علیہ السّلام میں سیاہ لباس پہنو اور غریب الدّیار کا ماتم کر کے شفقت، محبت و رحمت کا ثبوت دو۔ جب محرّم آئے تو در و دیوار سے ماتم کی صدائیں بلند ہونی چاہئیں۔ تجدیدِ غمِ حسینؑ میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ حسینؑ کا رونا بڑا ثواب اور سنّتِ زینب و امِّ کلثوم ہے پیاسوں کی یاد ہے سکینہ کی فریاد ہے۔ روؤ اور ماتم کرو۔ خدا خوش ہو گا۔ خاتون راضی ہو گی

سیاہ پوشی اور ماتمِ حسینؑ سُنّتِ فاطمۃ الزہراؑ ہے

لباس سیاہ ماتمِ حسینؑ میں علامتِ غمِ حسینؑ ہے اور جائز ہے اور سُنّتِ فاطمۃ الزہراؑ ہے۔ جیساکہ مقاتل کی مشہور کتاب "مقتل ابی مخنف" ص۱۳۴ مطبوعہ نجف اشرف میں ہے:۔

واذ بخمس نسوةٍ وبینهنّ امرءة ناشرة شعرها قد صبغت ثوابها بالسّواد وبین یدیها قمیص مصبّغ ان قامت قمن النّساء معها وان جلست جلسن معها وهی تحثوالتراب علیٰ راسها فقلت للوصیف من هٰؤلاءِ النسوة قال حوا ومریم و اسیة وامّ موسیٰ و خدیجة و صاحبة القمیص المضمخ بالدّم هی جدّتك فاطمة فدنوت منها وقلت لها یاجدّتاه وقتل والله ابی ایتمت علیٰ صغر سنی فضمتنی الیٰ صدرها وقالت یغز والله علیٰ ذالكَ وصرخت وقالت یا سکینة من غسل ابنی من کفنه من صلّی علیه من جهزة من حمل نعشه من حفر قبره من اشرح علیه اللّبن من اها علیه التراب

من کفّل ایتامکم بعده من تکفل ارامله ثم نادت واوالداه واثمرة فواده فتناحت النّساء من حولها۔

دربارِ یزید میں

سکینہؑ بنت الحسینؑ کا بیان خواب جنابِ سیّدہؑ کی سیاہ پوشی

جنابِ سکینہ دربارِ یزید میں اپنا خواب بیان فرماتی ہیں کہ میں نے منجملہ ازواجِ مقدّسہ کے پانچ عورتیں دیکھیں کہ ان کے درمیان ایک عورت اپنے سر کے بال کھولے ہوئے ہے اور اس نے اپنے کپڑے سیاہ رنگ سے رنگے ہوئے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں ایک قمیض خون آلودہ پکڑی ہوئی ہے۔ جب وہ اُٹھتی ہے تو تمام عورتیں اس کے ساتھ اُٹھتی ہیں، اگر بیٹھتی ہے تو سب عورتیں بیٹھ جاتی ہیں اور وہ اپنے سر پر خاک ڈال رہی ہے۔ میں نے ایک کنیز سے پوچھا، یہ کون عورتیں ہیں۔ کہا حوّا، مریم، آسیہ، مادرِ موسیٰ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ۔ اور جس کے پاس خون آلودہ قمیض ہے وہ تیری دادی فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔ پس میں فوراً قریب ہوئی اور میں نے کہا

دادی میرا بابا مارا گیا، میں یتیم ہو گئی۔ آپ نے مجھ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا کہ اللہ کے ہاں یہ بہت بڑا امر ہے۔ یہ کہہ کر بلند آواز سے روئیں اور کہا سکینہ میرے بیٹے کو غسل کس نے دیا، کفن کس نے پہنایا، نمازِ جنازہ کس نے پڑھی، تجہیز کس نے کی، جنازہ کس نے اُٹھایا قبر کس نے کھودی، لحد کس نے بند کی، قبر کس نے بنائی۔ یتامیٰ کا اس کے بعد کون کفیل ہوا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے نوحہ شروع کیا۔

واوالداہ واثمرۃ فواداہ۔ ہائے میرے بیٹے ہائے میرے جگر کے پھل۔ پھر ان تمام مخدّراتِ عصمت و طہارت نے میری دادی سیّدہ کے ساتھ نوحہ کرنا شروع کیا۔

سُبحَانَ اللہ معلوم ہوا سیاہ لباس اور ماتم حسینؑ سُنّتِ سیّدہؑ ہے۔ نوحہ خوان اور دیگر مخدّراتِ عصمت و طہارت یعنی ہاشمیات و فاطمیات کا سیاہ لباس پہن کر ماتم کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ مقتل کی مشہور کتاب مقتل ابی مخنف ص۱۳۱ میں ہے۔

یلبس ثیاب السّود لبسا للمصیبات

کہ فاطمہ زادیاں سیاہ لباس پہن کر برائے اظہار مصیبتِ ماتم

کو رہی تھیں اور حسینؑ کا ندبہ پڑھ رہی تھیں۔

لباس مقتل کی حدیثوں سے معارضہ در ماتم حسینؑ غلط ہے

نماز کی حالت میں اس میں لباس سفید افضل ہے

ماتم کفار یا ماتم عوام سیاہ پوشی کی حدیثوں میں معارضہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ بارہا ذکر ہو چکا ہے۔ ماتم حسینؑ جواز اور ثواب میں مخصوص اس پر دیگر باتوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور لباس سیاہ مطلقاً ناجائز نہیں۔

حضورؐ کا سیاہ عمامہ، خف سیاہ، مزمّل والی کمبلی کا سیاہ ہونا کتب حدیث مشہور ہے دیکھو سنن کبریٰ بیہقی ص۲۱۹ جلد دوم۔

جوابات احادیث معارضہ

بعض مُلّاں لوگ عام ماتم کے منع کی حدیثوں سے ماتم حسین علیہ السلام پر معارضہ پیش کرتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ ماتم حسینؑ خاص ہے جیسا کہ صادق آلِ محمد علیہ السلام سے سابقاً ذکر ہو چکا ہے مزید تسلی کیلئے دیکھو (مقدمہ اسرار الشہادت دربندی ص۴۳ ترجمہ فارسی مطبوعہ ایران)

کل الجزع والبکاء مکروہ ماخلاء الجزع والبکاء لقتل الحسینؑ۔

یعنی ہر جزع اور گریہ مکروہ ہے سوائے جزع اور گریہ برائے حسین علیہ السلام کے۔

اور جناب سیدہؑ اور جناب امیر کے مصائب پر رونا گریہ بر حسین کا ماتم ہے۔ اصل مقصود اور مطلوب گریہ بر حسین اور ماتم حسین ہے۔ کیونکہ آپ کی شہادت سیدہ کی تصدیق اور خلافت امیر المومنین کی تکمیل اور باقی آئمہؑ کی امامت کی تمہید ہے۔ لہٰذا تمام اہل بیت کے مصائب آپ کے مصائب کا تتمہ اور جز ہیں اور اسی میں ہر دعوٰی آلِ محمدؐ مضمر ہے۔

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجہ والصدر وجز الشعر من النواصی و من اقام النواحہ فقد ترک الصبر و اخذ فی غیر طریقہ۔

(فروع کافی ص۲۲۲ جلد سوم سے معارضہ غلط ہے)

اوّلاً یہ حدیث ضعیف ہے (دیکھو مراۃ العقول جلد سوم ص۹۱ الاوّل

ضعیف کیونکہ اس کا پہلا راوی سہیل بن زیاد ضعیف ہے) دیکھو (رجال مرزا محمدؐ ص۱۷۱)

قال النجاشی انہ ضعیف فی الحدیث غیر معتمد فیہ وکان احمد بن محمد بن عیسٰی یشہد بالغلو والکذب وقال ابن الغضایری انہ کان ضعیف جداً فاسد الروایات والمذہب وکان احمد بن محمد بن عیسٰی الاشعری اخرجہ عن قم واظہر البراۃ منہ ونہی الناس عن السماع منہ والروایات عنہ یروی المراسیل و یعتمد المجاہیل۔

کہ نجاشی نے کہا کہ سہل بن زیاد ضعیف فی الحدیث ہے اور اس میں غیر معتمد ہے۔ احمد بن محمدؐ بن عیسٰی اس پر غلو اور کذب کی گواہی دیتے تھے، اور ابن غضایری نے کہا کہ سہل بن زیاد بہت ضعیف اور فاسد الروایات اور فاسد المذہب ہے۔ احمد بن محمدؐ بن عیسٰی اشعری نے اس کو قم سے نکال دیا تھا اور اس سے برأت ظاہر کی اور لوگوں کو اسکی حدیثیں سُننے اور روایت لینے سے منع کیا کہ وہ مرسل حدیثیں روایت کرتا ہے اور مجاہیل پر اعتماد رکھتا ہے۔

ثانیاً یہ عام ماتم کا حکم ہے اور ماتم آلِ محمدؐ اس سے خاص ہے جیسا کہ (مراۃ العقول جلد ۳ صفحہ ۹۱ میں ہے)۔

واستثناء الاصحاب الا ابن ادریس شق الثوب علی صوت الاب والاخ لفعل العسکری علی الهادی علیهم السلام وفعل الفاطمیات علی الحسین صلوات اللہ علیهم۔

کہ اصحاب اصول نے سوائے ابن ادریس کے کپڑے پھاڑنے اور ماتم کرنے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ شق ثوب کو پدر اور برادر کی موت پر فعل امام عسکری علیہ السلام سے جیسے کہ من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔ اور فعل فاطمیات سے جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے۔

مگر مجھے اس استثناء میں کلام ہے۔ میرے نزدیک عام پدر اور برادر کی موت پر شق ثوب وغیرہ جائز نہیں۔ چونکہ فعل امام حسن عسکری اور فعل فاطمیات سے ماتم آلِ محمدؐ کا عموماً اور ماتم حسینؑ کا خصوصاً استثناء ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس روایت سے بھی معارضہ غلط ہے۔

اور فروع کافی کتاب النکاح صفحہ ۲۲۸ کی حدیث

قال ان رسول اللہ قال لفاطمة اذا انا مت فلا تخمشی علی وجها ولا تنشری علیّ شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ ناحیةً۔

اس سے بھی حسینؑ کے خلاف معارضہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ باب مبالیات النبی للنساء کی حدیث چہارم ہے اور وہ ضعیف ہے (دیکھو مراۃ العقول جلد ۳ صفحہ ۵۱۳ سطر آخر)

"الرابع ضعیف" کہ اس باب کی حدیث چہارم ضعیف ہے۔

چنانچہ (دیکھو رجال بہبہانی صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ ایران)۔

"محمد بن یحییٰ معاذی ضعیف" یعنی اس حدیث کا راوی اوّل محمد بن یحییٰ ضعیف ہے اور دوسرا راوی سلمہ بن الخطاب ابو الفضل براوستانی کے متعلق لکھا ہے کہ کان ضعیف فی حدیثہ

(رجال مرزا محمد بہبہانی صفحہ ۱۷۰)

دوسرے یہ حکم رسالت مآبؐ سے دراصل ان کی اپنی موت کا ہے اور حضورؐ کی موت طبعی ہے۔ آپؐ ظلم اور جور سے شہید نہیں کئے گئے معاذ اللہ آپ کی نعشِ مقدس گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پامال نہیں

ہوئی ۔ بلکہ آپ کے بدلے یہ فریضہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ادا کیا ۔ دیکھو :۔

سرّ الشہادتین مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ

لہٰذا آپ کی موت پر خلافِ ظلم وا دیلا

خلافِ واقعہ ہے

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔

(پ ۶)

سے صرف مظلوم کا استثناء ثابت ہوتا ہے اور حضورؐ کی موت ظلم سے واقع نہیں ہوئی اور اس باب کی حدیث سوم سے معارضہ بھی غلط ہے ۔

کیونکہ اوّلاً تو وہ مُرسل ہے ۔ دوم عام ہے اور ماتمِ حسینؑ خاص ہے اور آخر پر تسلیہ کی روایات سے استدلال کرنا شروع کر دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے وقتِ آخر اپنی ہمشیرہ کو یوں وصیّت فرمائی :۔

یا اختاہ یا ام کلثوم وانت یا زینب و انت یا فاطمہ وانت یا رباب انظرن اذا انا قتلت فلا تشققن علی

جیبا ولا تخمشن علی وجھ ولا تقلن ھجراً

(لہوف ص۴۶)

یہ حدیث منع ماتم پر دال نہیں ۔ کیونکہ اوّلاً تو یہ کلمات حضرت نے بطور تسلّی اور تعزیّت فرمائے ہیں جیسا کہ صاحب لہوف اس سے دو سطر اوپر خود نقل فرماتے ہیں :۔

قال فعزاھا الحسین علیہ السلام وقال لھا یا اختا تعزی بعزاء اللّٰہ فان سکان السمٰوٰت یفنون و اھل الارض کلھم یموتون وجمیع البریۃ یھلکون ۔

جب مخدرات عصمت وطہارت نے امام مظلوم کی اپنی زبانی خبر قتل سُنی تو بہت رونے لگی ۔ رخسار پیٹے ، گریبان چاک کئے اور جناب اُمّ کلثوم نے ندبہ وا محمداہ وا علیاہ بلند کیا تو حضرت امام مظلوم نے ان کو تسلّی دی اور کہا اے ہمشیرہ صبر کرو ۔ اللہ پر بھروسہ رکھو باقی سب ساکنانِ عرش فناہ ہو جائیں گے اور سب اہلِ زمین مر جائیں گے اور تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی ۔

ثانیاً مصیبت زدہ کی مصیبت میں تعلیل اور تسلّی ضروری ہے اور تاریخ طبری کے دیکھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہ الفاظ

حضرت حسین علیہ السلام نے بطور تسکین اور تسلّی فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:۔

سمعت اخت زینب الصیحۃ فدنت من اخیھا فقالت یا اخی اما تسمع الاصوات قد اقتربت فقال الحسین راسہ فقال انّی رأیت رسول اللّٰہ فی المنام فقال لی انک الینا قال فلطمت اخت وجھھا وقالت یا ویلتا فقال لیس لک الویل یا اختی اسکتی رحمک الرّحمٰن (طبری ج ۶ ص ۲۳۷)

کہ جب حضرت کی ہمشیرہ زینبؑ نے لشکر عمر بن سعد کے گھوڑوں کے آوازے سُنے تو بی بی اپنے بھائیؑ کے قریب آگئی اور بھرّائی سی آواز میں کہا تھا، بھیّا! کیا تم یہ آوازے نہیں سُن رہے کہ بہت قریب آگئے ہیں۔ حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی رسولِؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ فرماتے تھے کہ اے حسینؑ تو آج شام تک ہمارے پاس آجائے گا۔ یہ سُن کر جناب زینبؑ نے اپنا مُنہ پیٹا اور کہا ہائے میری قسمت!

اس پر حضرت امام حُسین علیہ السّلام نے فرمایا ہمشیرہ تیرے لئے کوئی ہلاکت نہیں اے میری پیاری بہن! تسکین میں آ، تسلّی فرما، خدا تجھ

پر رحمت کرے۔

اب تو اس میں لفظ سکوُن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ منع نہیں بلکہ بطور تسکین ہے اور اسی (طبری کے ص ۲۴۰) پر تو اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے:۔

لطمت وجھھا واھوت الیٰ جیبھا وشقتہ وخرت مغشیا علیھا فقام الیھا الحسین فصبّ علی وجھھا الماء وقال یا اخیہ اتقی اللّٰہ وتعزی بعزاء اللّٰہ واعلمی ان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لا یبقون انّ کلّ شیئ ھالک الّا وجہ اللّٰہ الّذی خلق الارض بقدرتہ ویبعث الخلق فیعودون وھو فرد واحد ابی خیر منی وامّی خیر منی ولی ولھم ولکلّ مسلم برسول اللّٰہ اسوۃ قال فعزاھا بھذا الخ

یعنی جناب زینبؑ نے مُنہ پیٹ لیا اور پھر گریبان چاک کر دیا پھر بیہوش ہوکر گر پڑی۔ پس امام عالی مقام اُٹھے اور ہمشیرہ کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ جب بی بی ہوش میں آئی تو فرمایا بہن تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کی تسلّی سے تسلّی کرو۔

جان لے! کہ تحقیق اہلِ زمین مر جائیں گے اور اہلِ آسمان باقی نہ رہیں گے۔ سوائے ذاتِ خدا ہر شئے فانی ہے۔ اس نے زمین کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور تمام خلق کو پیدا کیا۔ پس وہ لوٹیں گے اور وہ فرد یکتا وحدہٗ لاشریک ہے۔ میرا باپ، میری ماں، میرا بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ واسطے میرے اور واسطے ان کے بلکہ ہر مسلمان کے لئے رسولِ خدا کی راہ پہ چلنا ہے یعنی جب احمدِ مرسل نہ رہے اور کون رہے گا۔

اس قسم کے الفاظ کہہ کر سید الشہداء نے ہمشیرہ کو تسلّی دی اور یہ کلمات از راہِ ہمدردی فرمائے تاکہ مصیبت زدہ بیبیاں غم و اَلم سے مَر نہ جائیں۔ دیکھو فعزاها بهذا کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

اگر میرے دوستوں کا خیال لا نہی پہ ہو تو نہی برائے حُرمت نہیں ہوتی ورنہ لاتحزن کا کیا جواب دیں گے۔ کہ یہ نہی برائے حُرمت ہے یا برائے تسلّی ہے تو وہاں کیوں برائے تسلّی نہیں اور ولاتقربا هذه الشجرة کی نہی برائے حُرمت ہے تو نبی حرام کے کیسے مرتکب ہو گئے اور اگر برائے ہمدردی ہے تو یہ نہی

بھی برائے ہمدردی ہے۔ اور اگر یہ نہی برائے حُرمت ہوتی تو نبی زادیاں بعد حسینؑ اس فعل کی مُرتکب کیوں ہوتیں؟

جبکہ تاریخ طبری کے صہ ۲۲۱ جلد ۶ پر ہے کہ

خرجت امراة من بنی عبد المطلب ناشرة شعرها و واضعة كمها على راسها۔

یعنی بنی عبد المطلب سے ایک بی بی نکلی جن کے کھُلے ہوئے بال تھے اور آستین سر پہ رکھے ہوئے اسیرانِ کربلا کے سامنے آگئی اور رو رو کر یہ مرثیہ پڑھتی تھیں:۔

ماذا تقولون ان قال النّبی لکم

ماذا فعلتم وانتم اٰخر الامم

بعترتی وباهلی بعد مفتقدی

منهم اساریٰ وقتلی ضرجوا بدمی

ماكان هذا جزائی اذ نصحت لکم

ان تخلفونی بسوءٍ فی ذوی رحمتی

ترجمہ:۔ اے مُسلمانو! تم کیا جواب دو گے اگر تم سے رسولؐ اللہ نے پوچھا کہ تم نے میری عترت اور میری اہلِ بیت کے ساتھ میرے

فوت ہو جانے کے بعد کیا سلوک کیا۔ حالانکہ تم تمام اُمتوں سے افضل اُمّت ہو۔ یہی سلوک کہ کچھ میری اولاد قیدی کی اور کچھ مقتول خون آلودہ پڑے ہیں۔ کیا میری نصیحت کی یہی جزا تھی کہ میرے اہل بیت سے میرے بعد برائی کرو۔

اگر اس روایت کا مطلب حُرمت ہوتا تو اہلِ مدینہ حسینؑ علیہ السلام کا ماتم برپا کیوں کرتے (جیسا کہ مقتل ابی مخنف ص۱۱۲ پر) بی بی اُمّ سلمہ سے روایت ہے کہ:۔

فعند ذٰلك شقوا جيوبهم ولطموا خدودهم وحثوا التراب على رؤسهم وسعوا الى قبر رسول الله يعوذونه بمصيبة على ولد الحسين۔

یعنی بی بی اُمّ سلمہ نے فرمایا کہ جب شیشی والی مٹی خاک و خون ہو گئی اور میں نے رسول اللہ کو خواب میں خاک آلودہ بال پریشان دیکھا اور حضورؐ نے مجھے خبر شہادتِ حسینؑ دی اور میں نے اہلِ مدینہ کو سنائی تو انہوں نے اپنے گریبان چاک کر لئے اور مُنہ پر طمانچے مارے اور اپنے سروں پر خاک ڈالی اور اہل مدینہ

قبرِ رسولؐ کی طرف ماتمی جلوس بایں ہیئتِ کذائیہ

گئے اور رسول اللہ کو پرسا دیا۔ رسوماتِ عزاداری بجا لائے۔ اگر یہ منع ہوتا اور بطور تسلی نہ ہوتی تو مخدّراتِ عصمت دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرتیں۔ حالانکہ بعد شہادت کے یہ چیزیں وقوع میں آئی ہیں۔ جب کہ البدایہ والنہایہ معروف بہ (تاریخ ابن کثیر دمشقی جلد ۸ ص۱۹۳) بدایں الفاظ مرقوم ہے کہ:۔

قال قرة بن قيس لما مرت النسوة بالقتلى صحن ولطمن خدودهن۔

یعنی قرۃ بن قیس نے کہا کہ "جب رسول زادیاں مقتولان کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو انہوں نے ماتم کیا اور اپنے رخسار پیٹے"۔

اور اگر یہ نہی تحریمی ہوتی تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دورانِ مجلس خوانی اپنا گریبان چاک نہ کرتے۔

دوران مجلس خوانی امام عابدؑ کا گریبان چاک کرنا

دیکھو روضۃ الاحباب بحاشیہ تاریخ احمدی ص۳۲۶ مخدّرات عصمت و طہارت راچوں اساریٰ از بلدہ بہ بلدہ گردانیدند و مرا یتیم

ساختی و رخنہ در دین جدم انداختی۔ پس دست دراز کردہ گریبان جامہ بدرید۔

یعنی جب امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں بروز جمعہ مجلس پڑھی اور واقعاتِ کربلا بیان کئے اور اپنی مظلومی ظاہر کی اور فرمایا کہ تیرے لشکریوں نے مخدّراتِ عصمت و طہارت کو شہر بشہر پھرایا مجھ کو یتیم کیا اور میرے جد کے دین میں تو نے رخنہ ڈال دیا۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنی قمیض کا گریبان چاک کر دیا۔

یہ ہے حل ان روایات کا جو ہمارے بھائیؑ بے سمجھی سے پیش کرتے ہیں۔ بعض ضعیف ہیں اور بعض موؤل اور ان کے پاس ہے ہی کیا۔

ثبوتِ ذوالجناح

ذوالجناح اور دُلدُل نام ہے اُس گھوڑے کا جس پر سیّد الشہداءؑ نے روزِ عاشور میدانِ کربلا میں سوار ہو کر اشقیاء سے جنگ کی۔ ذوالجناح اسم مرکّب ہے۔ ذو بمعنی صاحب اور جناح کے معنی ما یطیر به الطائر پرندے کے پروں کو کہتے ہیں۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کو کہتے ہیں۔ چونکہ تیر کثرت کی وجہ سے پَر معلوم ہوتے تھے اس لئے اس

کو ذوالجناح کہتے ہیں۔

اور لفظ دُلدُل سے اس کے معنیٰ اور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دُلدُل اور دُلدول اُس جانور کو کہتے ہیں جس کی پُشت پر لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں جس کو قنفذ بھی کہتے ہیں۔ اس گھوڑے کو تیروں کی کثرت کی وجہ سے قنفذ سے تشبیہ دی جاتی ہے جو بہت تیر لگنے پر دال ہے۔ جیسا کہ علامہ محمّد حسین اعلی اللہ مقامہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

الهام الف ذوالجناح (ریاض القدس ص۱۲۶ جلد دوم)

ذوالجناح چیخ و پکار کر رہا تھا اور اس پر تیروں سے ہزار پر نظر آتے تھے۔

اس وفادار گھوڑے کی یادگار اس لئے منائی جاتی ہے کہ اس نے خلافِ معمول انسانوں سے بڑھ کر حضرت کی نُصرت و حمایت کی اور اظہارِ ہمدردی اور غمخواری ظاہر کی۔

چنانچہ (مقتل ابی مخنف ص۹۴ میں ہے)

ان فرس الحسين جعل و يحمهم و يتخطى القتلى الموكة الملوكة قتيلا بعد قـ ـل حتى وقف على جثة

الامام فجعل یمرغ ناصیتہ با لدم ویلطم
الارض بیدہ یصھل صھیلا حتی ملاء ا لماء فتعجب
القوم من افعالہ فلمّا نظر الی فرس الحسین عمر بن سعد
قال ویلکم ایتونی بہٖ وکانّ من جیاد خیل رسول اللّٰہ
فرکبوا فی طلبہٖ فلما احس الجواد بالطلب جعل یلطم
بیدہٖ و رجلیہ ویمانع عن نفسہٖ حتّٰی قتل خلقاً
کثیرا و نکس فرساناً من خیر لھم ولم یقدروا
علیہ فصاح عمر بن سعد دعوہ حتّٰی ننظر ما یصنع
فلما امن الجواد من الطلب اتیٰ الی جثۃ الحسین و
جعل یمرغ ناصیتہٗ بدمہ یحم م و یبکی بکاء
الثکلی وصار یطلب الخیمۃ قال فلمّا سمعت
زینب بنت علیٍ صھلۃ اقبلت الی سکینۃ وفرحانۃ
یذکرابیھا والماء فرأت الجواد عا یا والسرج خالیا
من راکبہ من خمارھا نادت واقتیلا وابناہ و
احسناہ واحسیناہ واغریباہ وابعد سفراہ واطول کربتاہ
ھذ الحسین بالعراء مسلوب العمامۃ والرداء ۔

ترجمہ:۔ تحقیق حضرت امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا کربلا میں ہانپنے لگا اور معرکہ میں اشقیاء کے مقتولوں کو روندتا ہوا لاشہ حسینؑ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ حضرت کے خون سے اپنی پیشانی کو ملتا تھا اور زمین پر پاؤں مارتا تھا اور زور زور سے ہنہناتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی آواز سے سارا میدان گونجنے لگا۔ اس کے ان افعال سے قوم حیران تھی۔ جب عمر بن سعد نے حضرت کے گھوڑے کی یہ حالت دیکھی تو کہا افسوس! اس کو میرے پاس لاؤ۔ یہ تو :۔

رسول اللہؐ

کے اچھے گھوڑوں میں سے ہے۔ چند سوار اس کی طلب میں نکلے جب گھوڑے نے محسوس کیا کہ یہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں تو اس نے اپنے اگلے پچھلے پاؤں مار مار کر بہت سے لوگ ہلاک کر دیئے اور کئی سواروں کو گھوڑوں پر سے گرا دیا۔

پس اس کے پکڑنے پر کوئی آدمی بھی قادر نہ ہو سکا۔ پس عمر بن نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو دیکھیں کیا کرتا ہے۔ جب گھوڑے نے دیکھا کہ اب خطرہ نہیں تو سیدھا لاش حسینؑ پر آیا اور اپنی پیشانی خونِ حسینؑ میں

تڑپی اور ہنہنانے لگا۔ آنسو آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ زن پسر مُردہ کی طرح روتا ہوا خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب جناب زینبؑ بنت علیؑ نے اس کی آواز سُنی جناب سکینہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ سکینہ تیرا بابا پانی لایا۔ پس سکینہ پانی اور بابا کی زندگی کی خوشی سے اُٹھی۔ کیا دیکھتی ہے کہ گھوڑے کی پُشت برہنہ ہے اور اس کی زین سوار سے خالی ہے۔ پس سر برہنہ باہر نکلی واحسیناہ واقتیلاہ واغریباہ سے نوحہ و ندبہ کرنا شروع کیا کہ حسینؑ جنگل میں مارے گئے عمامہ و ردا لٹ گئی۔ الخ

اور صاحب ریاض القدس کی تحقیق ہے کہ شاہ تشنہ جگر کا ذوالجناح کئی دفعہ خیمے کی طرف آیا اور واپس گیا اور قبل شہادتِ حسینؑ جب امام مظلوم بوجہ تیر و نیزہ گھوڑے سے گر پڑے اور کئی منٹ بحالتِ سجود رُوئے زمین پر پڑے رہے۔ کُچھ تسکین کے بعد خاک سے اُٹھے اور بقدرِ طاقت مشغول یادِ خدا ہوئے۔ اس اثناء میں ذوالجناح گردِ امام گردش کرتا رہا اور حضرت کی حمایت میں مشغول رہا۔ اس کے بعد خیام اہل بیت کی طرف آیا اور اپنی زبانِ حال سے پیغام دے کر خدمتِ امام میں واپس چلا گیا اور آخری دفعہ بعد شہادت شاہِ مظلوم واپس آیا۔

آخری دفعہ کی آمد پر

مخدراتِ عصمت و طہارت کی یہ حالت تھی کہ

زلزلن وولولن ولطمن خدود هنّ و مزقن جیوبهنّ برزن خاسرات حافیات والوجوه کاشفات والرّؤس مکشوفات والشّعور منثورات والدّموع منثورات والصّدور مجذوشات والقلوب ملهوفات فجئن واجتمعن علی الجواد واحطن به فمنهنّ من بلجامه مسئلةً عن الرّاکب ومنهنّ من تنکب وتضع الخدّ علی مناکبه ومنهنّ من ینزع السّهام عن کاهله وعرفه ومناکبه۔ (ریاض القدس ص۱۵۵ جلد ثانی مطبوعہ ایران)

خیمہ میں زلزلہ کی حالت طاری ہو گئی، وا ویلا کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں، مُنہ پر طمانچے مارے۔ گریبان چاک سر برہنہ مُنہ کھلے باہر آئیں۔ بال کُھلے آنسو بہہ رہے تھے۔ سینے زخمی، دل غمناک باہر آئیں اور آکر گھوڑے کے ساتھ چمٹ گئیں اور احاطہ کر لیا۔ کوئی لگام پکڑے کھڑی تھی اور پُوچھ رہی تھی کہ سوار کہاں ہے اور کوئی جھک کر اپنے چہرہ کو اس کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھی۔ کوئی تیر بدن سے کھینچ رہی تھی اور کوئی بال گردن چُوم رہی تھی۔

یہ ہے مختصر سا بیان اس ذوالجناح کا جس کی ہم یادگار زندہ

اگر یہ سوال ہو کہ یہ اصل نہیں نقل ہے تو میں کہوں گا کہ نقل نہیں بلکہ منسوب الی الحسین ہے اور حضرت کی سواری بنایا گیا ہے اور منسوب کی تعظیم عین تقویٰ ہے۔ جب حضرت اسماعیل کی قربانی کے جانور بھی معظم ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

والبدن جعلناها لکم من شعائر اللہ لکم فیها خیر۔ (سورۃ حج پ۱۷)

کہ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے واسطے شعائر اللہ سے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان میں تمہارے لئے خیر ہے۔

اور ان قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کو خدا نے قلوب کا تقویٰ فرمایا ہے۔ دیکھو ومن یعظّم شعائر اللہ فانّها من تقوی القلوب۔ (پ۱۷ الخ)

کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے اس کا دل پرہیزگار ہے۔

(جلالین ص۲۸۲ مطبوعہ اصح المطابع) میں ہے کہ ان کو شعائر اللہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کو نشان لگے ہوئے ہیں اور ان نشانوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں کہ یہ کعبہ کو جا رہے ہیں۔ ان نشانیوں کی تفصیل سورۃ مائدہ میں بیان فرمائی ہے۔

رکھنا چاہتے ہیں اور اس کو بھلانا نہیں چاہتے۔

امر مخدّرات عصمت و طہارت کی سنّت پر عمل کر کے اسی طرح گھوڑا نکلنے پر آہ و بکا کا منظر پیش کرتے ہیں اور نوحہ خوانی ہوتی ہے تاکہ وہی منظر سامنے آجائے۔

اور مخالفین غم حسینؑ اس کو مٹا کر یادِ حسینؑ بھلانا چاہتے ہیں۔ اب نہ معلوم اس میں کیا امر ناجائز ہے۔ گھوڑا ناجائز ہے یا ماتم ناجائز ہے یا اس کی یاد منانا ناجائز ہے۔ گھوڑا تو باعث برکت ہے خواہ عام ہو الخیر معقود بنواصی الخیل۔ کتب حدیث میں مسلّم ہے کہ خیر و برکت گھوڑے کی پیشانی سے وابستہ ہے اور پھر جہاد کا گھوڑا تو اور بھی بابرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی ہیں والعادیات ضبحاً کی سورۃ شاہد ہے اور پھر سید الشہداء کربلا کا گھوڑا جس کا جہاد توحید، نبوّت، امامت تینوں کو بچا گیا۔ حسین منّی و انا من الحسین نبوّت کے بچانے کی ترجمانی ہے۔ احبّ اللہ من احبّ حسیناً۔ کہ حبّ خدا حبّ حسینؑ میں منحصر ہے۔ توحید کو بچانے اور حسین سبط من الاسباط امامت ہر سہ کو بچایا اس کا گھوڑا کیوں بابرکت نہیں۔

والبدن والقلائد کہ قربانی کے جانور اور ان کے قلادے اور گلے کے ہار بھی قابلِ تعظیم ہیں۔ یہ وہی رسم قربانی ہے جو حضرت اسمٰعیل کی قربانی سے چلی۔

وفدیناہ بذبحٍ عظیم۔ (پ۲۳ سورۃ الصافات)۔

یعنی اس کا فدیہ دیا بسبب بڑی ذبح کے۔

تفسیر جلالین ص۳۷۷ اور ابنِ کثیر ص۱۵ جلد ۴ میں ہے۔

وہ دُنبہ جو حضرت ابراہیم نے ذبح کیا وہ جنّت سے آیا اور وہی تھا جو حضرت ہابیل نے پیش کیا تھا۔ رسم قربانی حضرت ہابیل سے شروع ہوئی۔ دُنبہ بہشت میں رہا۔ حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہوا اور موجودہ دُنبے اور اونٹ اس کی مثال ہوئے قابلِ تعظیم ہوئے۔

ہابیل فرزندِ آدمؑ اس کا دُنبہ بھی قابلِ تعظیم اور حضرت اسمٰعیل فرزندِ ابراہیمؑ اس کا دُنبہ بھی قابلِ تعظیم بلکہ قربانی کے اونٹ، ان کے قلادے بھی قابلِ تعظیم۔ نہ شرک نہ بدعت۔ مگر حسینؑ علیہ السّلام غریب الدّیار جو کہ فرزندِ محمدؐ ہے، اس کی قربانی کا ذکر بدعت، اس کا تعزیہ بنانا شرک، اس کے گھوڑے کی یادگار قائم کرنا اور اس کو ازراہِ محبّت یا تعظیم ہاتھ لگا دینا بدعت۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

حالانکہ حسینؑ مظلوم ذبحِ عظیم کا مصداق ہے۔ علّامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر

اس کی تصدیق تفسیر اہل بیت میں موجود۔ دوسرا معانی کتاب اللہ اس پر دال ہیں۔ مگر ہائے مصائب آلِ محمدؐ حسینؑ ذبح بھی ہو گئے دین بچ بھی گیا، قربانیٔ اسمٰعیل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو کر منصّۂ شہود پر بھی آگیا مگر اعداءِ آلِ محمدؐ پھر بھی باز نہیں آتے۔ کیونکہ سیّد الشہداء کی حیاتِ جاودانی میں ان کو مذہب کی موت نظر آتی ہے۔ شوریٰ برباد ہوتا ہے۔ اجماع کی حقیقت کھُلتی ہے، بنی اُمیّہ کا ظُلم ظاہر ہوتا ہے، نام نہاد خلفاء بدنام ہوتے ہیں لہٰذا ان کا فرض ہے کہ حسینؑ کی ہر نشانی مٹا دیں۔ چونکہ ان سے مذہب آلِ محمدؐ زندہ ہوتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہر علامت کو برقرار رکھیں خواہ عَلم حضرت عباسؑ ہو یا ذُوالجناح سیّد الشُہداء۔

شیعہ اگر حسینؑ کی عقیدت میں اصلی گھوڑا پیش کریں تو بھی منع ہے مگر بی بی عائشہ اگر حضرت سلیمان کے گھوڑے کی تمثال بھی بنالے

پَر بھی لگالے ، گھر بھی رکھ لے ، رسولؐ خدا بھی زیارت کرلیں تو کوئی حرج نہیں۔ ذرا دیکھئے ان بزرگوں کی معتبر تفسیر ابنِ کثیر صٓ۳۳ جلد چہارم

اذ عرض علیہ بالعشی الصفت الجیاد

کہ جب حضرت سلیمان کو بوقتِ عصر گھوڑے پیش کئے گئے اس کی تفسیر میں ایک ضمن میں لکھا ہے کہ :-

ماء بینھن فرس لہ جناحان من رقاع فقال ما ھٰذا الذی اراٰی وسطھن قالت رضی اللہ عنھا فرس قال رسول اللہ ما ھذا الذی علیہ رضی اللہ عنھا جناحان قال رسول اللہ فرس لہ جناحان قالت رضی اللہ لمّا سمعت ان سلیمان علیہ السّلام کانت لہ خیل لھا اجنحۃ قالت رضی اللہ فضحک صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم حتٰی رأیت نواجذہ رواہ ابو داؤد۔

کہ رسولؐ خدا نے حضرت عائشہؓ کے گھر اس کی گڑیوں میں ایک گھوڑا دیکھا کہ اس کے دو پَر ہیں گھوڑے سے کہا حضورؐ نے کہ یہ کیا ہے جو میں ان گڑیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا، حضورؐ! گھوڑا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا گھوڑا اور دو پَر

بی بی صاحبہ نے عرض کیا آپ نے سُنا نہیں کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے تھے اور ان کے کئی کئی پَر تھے۔ یہ سُن کر حضورؐ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت نظر آنے لگے۔ الخ

اس حدیث کو ابنِ کثیر نے پَردار گھوڑے ثابت کرنے پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے :-

کانت عشرین فرساء ذات اجنحۃ

یعنی حضرت سلیمان کے بیس ذوالجناح تھے اور حضرت سلیمان نے ان کو نماز کے قضا ہو جانے کی وجہ سے ذبح کر دیا تھا

سبحان اللہ سلیمان کے

ذوالجناح کی تصویر رسولؐ کے گھر میں

جن کو فرضی پَر لگا کر ذوالجناح بنایا گیا۔ لیکن اگر حسینؓ کے ذوالجناح کی شبیہہ بنائی جائے تو بدعت، اس پہ تیروں کے نشان بنانے بدعت، رنگین چادر ڈالنا بدعت، رنگ لگانا بدعت کیونکہ یہ سب کچھ ظلمِ یزید کو ظاہر کرتا ہے اور وہ چھٹا خلیفہ ہے۔ اُمّت کا اس پہ اجماع ہے (دیکھو صواعقِ محرقہ صٓ۱۲) اور اس کی بیعت اللہ و

رسولؐ کی بیعت ہے (دیکھو بخاری شریف ص۱۰۵۳) ۔ اور اس کی بیعت توڑنے والا جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے گا ۔ (دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۲۰)

اور وہ مومن مسلمان ہے اور اس کو بدنامی سے بچانے کے لئے ذکرِ حسینؑ حرام ہے ۔ (دیکھو صواعقِ محرقہ ص۱۳۴)

حضور! یہ ہیں عزاداری کے مختصر ثبوت اور مولوی دوست محمد صاحب دعوتی کی کھلی چیٹھی کا کھلا ثبوت ۔

جس میں ہم نے ہیئتِ کذائیہ کے جواب میں اہلِ سنّت کے مذہب کا ہمہ تن بدعت ہونا ثابت کیا ۔ غرضِ ماتم و عدمِ ماتم سامنے رکھی ۔ دوست دشمن کا فرق سمجھایا ۔ تعریفِ سنّت و بدعت کی ۔ اس کے بعد ماتم کو سنّتِ رسولؐ ، سنّتِ صحابہ اور سنّتِ اہل بیت ثابت کیا ۔ شبیہہ تعزیہ کا ثبوت دیا ، بت پرستی اور تعزیہ کا فرق بتایا ، قرآن اور حدیث سے اس کے ثبوت دیئے ، عزادارانِ مدینہ کا ماتمی جلوس ہوتے قبرِ رسولؐ جاتا ہوا ثابت کیا ، نبی زادیوں کا ذوالجناح کے آنے پہ نوحہ و ماتم ثابت کیا ، حضرت زین العابدین علیہ السّلام کا مجلس پڑھنا اور دورانِ مجلس گریبان چاک کرنا ثابت کیا ، نبی زادیوں کی سیاہ پوشی دکھلائی ، قربانیٔ ہابیل سے لے کر قربانیٔ حسین علیہ السلام کی

حقیقت سامنے رکھی ، ذوالجناح کے ثبوت پیش کئے ، اصل عزاداری کو واجب ، ماتم کو سنّت ، ذوالجناح اور شبیہہ تعزیہ کو مستحب ثابت کیا ۔

الغرض دوست محمد کی ایک ایک شق کا جواب دیا اور اسکے مذہب کی آٹھ بدعت کا قرضہ اس کے سر چھوڑا ۔ تاوقتیکہ ان بدعات کو سنّت نہ ثابت کرے اسے جوابدہی کا حق نہیں ۔

(پورے ۲ دو ماہ اس کو جواب سوچنے کیلئے مل گئے)

مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ

وہ قیامت تک بھی اصولی جواب نہ دے سکے گا ۔ منہ چڑانا اور لکیر کا فقیر بننا اور چیز ہے ، سر تراشی اور ہے اور حقیقتِ قلندری اور آئینہ داری اور ہے ، سکندری اور ہے ۔ دعوتیوں کی علمی حقیقت ہمیں یاد ہے ، ان کے معلومات یاد ہیں ۔ ان کے کھسیانے حرکات یاد اور بے اصولیاں یاد ہیں ۔ حدیثِ رسولؐ سے حکم عدولیاں یاد ان کا گول باغ کا فرار یاد ، حشمت مراثی میں حدیثِ رسولؐ سے انکار یاد ہے ۔ ریاست بہاولپور میں موضوع فدک چھوڑ کر داڑھی

میں الجھنا یاد ہے، جھوک دایہ میں ذھڈی کو شیعہ بنانا یاد ہے، شاہ ولی اللہؒ کا مضحکہ اُڑانا یاد ہے، محمدؐ خاں اور غلام رسول کا شیعہ ہونا یاد ہے، ان کا جھوٹا اشتہار یاد، مباہلہ سے گریز یاد ہے۔

الغرض ان بزرگوں کا تمام داؤ پیچ کھیلنا یاد، عوام کو ان کا بدھو بنانا یاد ہے۔ اب جس سوچ بچار میں ہیں وہ بھی یاد ہے۔ جس طرح حقائق کو پھاند کر نکلنا چاہتے ہیں وہ بھی یاد ہے۔

انشاءاللہ تمام سامان لئے کھڑا ہوں جس طرف نکلیں گے جواب دہی کے لئے حاضر ہوں گا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم

خادم آلِ محمدؐ اسمٰعیل دیوبندی
فیصل آباد

مُلّاں دوست محمدؐ قریشی کا
تبصرہ

مجریہ دعوت ۷ر اگست ۱۹۵۶ء شیعی مبلّغ کے ہوش باختہ ہو گئے۔

ناظرینِ دعوت! صداقت سے یہ مخفی نہیں ہے کہ مَیں نے جملہ اکابر اہلِ تشیع کے نام ایک کھُلی چِٹھی شائع کی تھی۔ اس سے میرا مقصد نہ تو طعن و تشنیع تھا اور نہ حملہ بلکہ رضاءً للہ چند سوالات کئے گئے تاکہ مسلمانوں پر حق واضح ہو جائے اور باطل کا مُنہ کالا ہو۔ ہوا یہ کہ مولوی اسماعیل نے میرے ان تحقیقی سوالات کے جواب میں ایسی طفلانہ باتیں شروع کر دیں جس کو ہمارے دارالمبلّغین ملتان کا ہر طالب علم دیکھ کر بے ساختہ ہنسنے پر مجبور ہو گیا۔

چہل سال عُمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

حقیقت یہ ہے کہ امتحان دینے والے لڑکے کو دارالامتحان میں جب جواب نہ آتے تو اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ کر ہی پرچہ پُر کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ یہی حال ہمارے اسماعیل صاحب کا ہے۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکّب ابدا لدھر بماند

گھبراہٹ کا یہ عالم ہے کہ صداقت مجریہ ۲۰ر جون ۱۹۵۶ء میں لکھتے ہیں "مسئلہ اختلاف کا نہیں، بلکہ پس پردہ کچھ اور حقیقت ہے"۔

اصل میں مبلّغ اعظم صاحب کے کچھ ایسے حواس باختہ ہوتے ہیں کہ کسی اور حقیقت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مولوی صاحب گھبرائیے مت مقصد احقاقِ حق ہے۔ اور بس زکواۃ اور دور از کار رفتہ دلائل کو چھوڑیئے۔ چونکہ اب میری کھلی چٹھی کے سوالات کے منہ میں، آپ نے بغرضِ شہرت اپنے وجود کو ہی پیش کیا ہے تو آپ کو چاہیئے کہ میرے ہر اس سوال کا جواب تحریر کیجئے۔ چور دروازہ نہ تلاش کرنا ہوگا اور نہ تلاش کرنے دیا جائے گا۔

اِظہارِ حقیقت

چونکہ شیعی جرائد میں میں نے جب یہ دیکھا کہ لوگ مراسمِ عزاداری اور آج کل کے رسمی جلوسوں کو مذہبی فریضہ مذہب آلِ محمدؐ کا عنوان دے کر حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے پابندی اُٹھا دی جائے۔

ہم مراسمِ عزاداری کی آزادی پہ ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے تو میں نے مناسب سمجھا کہ ذراسی تار ہلا دوں گا تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔ پُتلی ناچے گی تو لوگوں کو اس حقیقتِ حال سے آگاہی ہو جائے گی چنانچہ میرا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور مولوی صاحب موصوف میدان میں کود پڑے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیش کردہ دلائل پر تبصرہ

سب سے پہلے آپ نے فلسفۂ ماتم حسینؑ بقول شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے مضمون کو شروع کیا ہے۔

تبصرہ:۔ نہ تو میں نے مولوی صاحب سے ماتم کے فلسفے

سے متعلق سوال کیا تھا اور نہ انہیں ضرورت تھی۔ مگر چونکہ آپ طویل اور بے فائدہ عبارت لکھنے کے مریض ہیں اس لئے آپ کو اس کے بغیر آرام نہ آیا۔ نیز اس میں بھی موجودہ طرز پر مراسم عزاداری کو شاہ صاحب موصوف نے نہ جائز لکھا ہے اور نہ تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔ رہا حزن و ملال، اس کی نہ منع ہے اور نہ اس سے ہمارا انکار ہے۔ مجھے جس کا ثبوت درکار ہے وہ اس عبارت میں نہیں اور جو لکھا ہوا ہے اس سے متعلق میرا سوال نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ خود سمجھتے نہیں اوروں کو کہے جاتے ہیں۔ پھر سنئے :۔

میرا سوال یہ تھا کہ موجودہ طور پر مراسم عزاداری ہیئتِ کذائیہ بایں طور فرض ہے یا سنّت، مستحب ہے یا بدعت ؟

مگر اس کے جواب سے پہلے آپ نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ حضرت جامیؒ، علّامہ ابن کثیرؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارتیں دے ماریں۔ حالانکہ آپ کا ذرہ برابر بھی مطلب واضح نہیں ہوتا۔ میں اگر چاہتا تو شیعی کتب کے حوالہ جات کے انبار لگا دیتا۔ جن کی تمام آیتیں مفہوم جن کے متعلق لغوی تحقیقیں اصول کافی کی روائتیں اور روایات پر الصافی مراۃ العقول وغیرہ کی تحقیقیں، آئمہ کے اقوال اور رسولِ کریمؐ کے

کے فرامین من لا یحضرہ الفقیہ کی حدیثیں اور نہج البلاغہ کے خطبے، حضرت علیؓ کے ارشادات، حضرت سیّدنا حضرت حسینؓ کی آخری وصیّت اور اس کے علاوہ بیسیوں حوالہ جات پیش کر کے آپ کا دماغ مختل کر دیتا مگر مجھے مزید بحث کرنا مقصود نہیں۔ میرا سوال چند جملوں کے اندر بند ہے اور آپ کو چاہیئے کہ :۔

یا تو اعلان کریں کہ مراسم عزاداری بایں طرز و طریق اہلِ تشیع کے نزدیک مذہبی فریضہ نہیں اور یا حسبِ مطالعہ براہینِ قاطعہ اور دلائل ساطعہ پیش کر کے انعام کے مستحق بنیں۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

صدائے قلب موجودہ عزاداری بہیئتِ کذائیہ مجموعہ ہے۔ چند اُمور کا جس میں بعض چیزیں واجب ہیں اور بعض سنّت اور بعض مباح اور جائز موجب ثواب کے درجہ میں داخل ہیں — کتاب و سنّت سے بعبارۃ النّص اور دلالۃ النّص اجماع اور قیاس شرعیّہ سے سب کا ثبوت موجود ہے یعنی ادلّہ اربعہ شرعیّہ سے عزاداری ثابت ہے۔

تبصرہ اور بر وقت تنبیہہ!

مولوی صاحب نے چھوٹے منہ سے بڑی بات کر دی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ مبلغِ اعظم اسے کس طرح ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ میرے اعتراضات کی بوچھاڑ سے اس وقت تک بچ سکتے تھے جب تک آپ یا تو سوال تسلیم نہ کرتے اور یا اس قسم کا دعویٰ نہ کرتے۔ اب باہوش ہو کر سنیئے۔ جب آپ نے یہ لکھ دیا کہ موجودہ عزاداری بہیئتِ کذائیہ ہے چند امور کا تو آپ تشریح فرما دیں۔

۱۔ کہ ان امور کو بہیئتِ کذائیہ واجب و سنّت، مستحب و مباح سے جمع رسولِ کریمؐ نے کیا تھا۔ یا آئمہ کرام نے۔

۲۔ اگر رسولِ کریمؐ نے کیا تھا تو صحیح حدیث کتب اہلِ تشیع سے تحریر کریں۔

۳۔ اگر آئمہ کرام نے کیا تھا تو تصریح کریں کہ ابو الآئمہ رضی اللہ عنہ نے یا باقی آئمہؑ کرام نے۔

۴۔ اگر حضرت علیؓ نے ان امور کو جمع کر کے دین کا شعائر قرار دیا تو فرمائیے کس کے حزن میں۔

۵۔ اگر باقی آئمہؑ کرام نے بہیئتِ کذائیہ ان امور کو جمع کیا ہے تو ان کا اسم تصریحی مطلوب ہے۔

۶۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ اگر بہیئتِ کذائیہ مراسم عزاداری کو کوئی شخص ترک کر دیتا ہے تو آپکا اس پر کیا فتویٰ ہے۔

۷۔ کیا واجب کے ترک سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے یا نہیں۔

۸۔ بہیئتِ کذائیہ جب آئمہؑ کرام سے سوگ ثابت نہیں تو کیا آپ کے نزدیک معصوم رہے یا نہ۔

۹۔ اگر معصوم رہے تو کیسے؟

۱۰۔ اگر معصوم نہ رہے تو کیا آپ کا مذہب صحیح و سالم رہا۔

تلك عشرة كاملة

صداقت:۔ قریشی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے اپنے مذہب کو بہیئتِ کذائیہ بایں طرز و طریق ثابت کریں۔

۱۔ پہلے خلفاءِ ثلثہ کی خلافت ثابت کریں کہ ان کا ثبوت قرآن میں ہے یا حدیث میں۔ اگر قرآن میں ہے تو خلافت کو نصّی مان کر آیت پیش کریں اگر حدیث میں ہے تو اجماع کو جواب دیکر حدیث کی طرف آئیں۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ میں لم یستخلف رسول اللہؐ قول

عمر سامنے رکھ کر جواب دیں۔ ورنہ اس سے پہلے خلافتِ ثلاثہ کو بدعت تسلیم کرلیں۔

تبصرہ:۔ اوّلاً آپ کا مطالعہ ہی غلط ہے۔ اس قسم کے سوالات کرنے کا تو آپ کو تب حق ہوتا، جب آپ میرے سوال کو ٹھکرا دیتے اور تسلیم ہی نہ کرتے۔ جب آپ نے تسلیم کرلیا تو اِن سوالات کا فائدہ۔

شاید آپ بھول چکے ہیں

پورا ایک سال ہوا چاہتا ہے کہ میں آپ کے ان ہی سوالات کے جواب میں جھوک دائیہ ضلع جھنگ میں آپ کی پوری خاطر تواضع کرچکا ہوں روئداد معرکتہ الآراء مناظرہ کے نام سے شائع ہوچکی ہے منگوا کر مطالعہ کریں۔

مزید ضرورت ہو تو قرآنی آیت وعد اللہ اور امرھم شوریٰ بینھم ملاحظہ فرمائیں تو بدعت کا تصوّر بھی دماغ سے نکل جائے گا۔ لعریستخلف رسول اللہ کی وجہ ظاہر ہے جبکہ استخلاف کا وعدہ ہی پروردگارِ عالم نے فرمادیا جس کے اسباب مہیّا فرما کر انعقاد فرما دیا۔

صداقت:۔ اپنے مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی حنبلی کا وجود بایں طرز و طریق حدیث یا قرآن سے ثابت کریں۔

تبصرہ:۔ سبحان اللہ جو اپنا مذہب ہی خدا اور رسولؐ اور جمیع صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کو چھوڑ کر صرف امام جعفر صادقؒ سے لیتے ہیں اور وہ بھی بے بنیاد متعارض متناقض روایتیں پیش کرکے جن کا مدار تقیہ ہو یا وقتی مصلحت پر۔ وہ آج آئمہ اربعہ کے مذاہب پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ جن کے مقلّدین کو بھی ہم مسلمان سمجھتے ہیں اور تقلید کرنے والوں کو بھی بدعت کا تصوّر تو تب آتا ہے جب **التزام مالا یلتزم** ہوتا۔

آئمہ اربعہ نے باقاعدہ اللہ جلّ جلالہٗ کے قرآن، سرورِ کائنات کی احادیث، صحابہ کرام کے فتاویٰ کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا۔ ہم نے تسلیم کرلیا اور بس۔ لیکن ذرا اپنی تو سنائیے آپ کے مفروضہ معصوم آئمہ نے جو کچھ کہہ دیا وہ آپ کا ایمان ٹھہرا۔ آپ کو قرآن کی ضرورت کہاں وہ خواہ غارِ سُرمن رائے میں رہے یا ہوا میں اُڑتا پھرے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جھوک دائیہ کے موضوع نمبر اوّل میں تحریفِ قرآن والی روایات کا نشتر چاپلوسوں کی

طفل تسلیوں کی وجہ سے شاید آپ کے ذہن سے اُتر چکا ہے۔ ورنہ وہاں تو مَیں نے شیشے کی طرح واضح کر دیا تھا کہ آپ کا قرآن پر کس طرح کا ایمان ہے۔

پھر بھی قرآنی آیت فلولا نفر منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین اگر قرآن میں نہ ہوتی تو ہمیں نہ تو تفقہ کی ضرورت تھی اور نہ مجتہدین کی جسے آپ نے بایں عبارت تسلیم کر لیا ہے۔

کتاب وسُنّت سے اجماع اور قیاس صحیح شرعیہ سے مسئلہ عزاداری ثابت ہے۔ پس آپ ہار گئے اور مَیں جیت گیا۔ کیونکہ آپ نے کتاب وسُنّت کے علاوہ اجماع اور قیاس کو بھی دلیلِ شرعی تسلیم کر لیا ہے۔

جادُو وُہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

صداقت:۔ آپ حضرت عُمر کی نعم البدعت تراویح شریف بایں ہیئتِ کذائیہ الخ اور آپ حضرت عثمان کی اذان اوّل بروز جمعہ بحدیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثابت کیجئے۔ تثویب بعد الاذان نماز کی نیّت بہیئت کذائیہ جس طرح تمہاری کتابوں میں لکھی ہے اور جس طرح

تمہارے عوام کرتے ہیں حدیث دکھلایئے اور فی حدیث مُنہ مانگا انعام لیجئے۔ الخ

موجودہ قرآن کریم کو بہیّئتِ کذائیہ بایں طرز و روش جیسا کہ ہے مع زیر و زبر، رکوع ربع عشر الخ اَپنے چہاردہ خانوادوں کا تصوّف بہیّئت کذائیہ اس کے وِرد اوراد سب قرآن و حدیث سے ثابت کیجئے۔

تبصرہ

اِبتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

افسوس تو یہ ہے کہ آپ جب تک مذہب حقّہ اہلِ سُنّت میں رہے چُونکہ آپ اس کی حقّانیّت کے دلائل اور اس کے نظریّے کے مستحسنات سے ناواقف تھے۔ اس لئے آپ نے بغرض جلبِ منفعت مذہب شیعہ قبول کر لیا اور اسی خاطر لوگوں کو دعوت دیتے پھر رہے ہیں۔

مولانا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری کتابیں اگر اُٹھا کر دیکھیں تو وہاں یہ حدیث ضرور پائیں گے علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الرّاشدین۔ کہ اقتدا کرو میرے طریقہ کی

اور خلفائے راشدین کے طریقے کی۔ پس تراویح اوّل تو اس حکم میں داخل ہے۔ رہا تثویب تو اس عبارت کی ابتدا میں لا بان کا لفظ موجود ہے۔ ہماری تحقیق کے پیش نظر غیر ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو غیر ضروری ہوا وہ بدعت نہ رہا۔

باقی رہی نیت بہیئتِ کذائیہ۔ اس کے متعلق آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ یہ عوام کا فعل ہے اور عوام کا کالانعام ہونا ظاہر ہے باقی قرآن مجید وہ ہمارے معرب بھی مستعمل ہے اور تفاسیر کے بعض متون پر غیر معروف بھی۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ بدعت کے حقیقی مفہوم سے جاہل ہیں۔ اسی طرح تصوف کے اوراد معالجات رُوحانی کے درجے ہیں عامل اور تارک کے ایمان میں نقص نہیں پس بدعت نہ رہا لیکن۔

صداقت:۔ مراسم عزاداری کو دینی اور مذہبی فریضہ کہنے والو ذرا آنکھیں کھولو اور ہوش سنبھالو۔ مولوی اسماعیل صاحب لکھتے ہیں، اس اصول کے مطابق اگر ہم موجودہ عزاداری کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں نہ دکھلا سکیں تو آپ بدعت کہیں یا سُنّت قبل از وقت وا ویلا کیا۔

تبصرہ:۔ بہت اچھا مولانا، خدا کرے آپ بوجہ تیزی طبع

چھلانگ لگا کر کہیں موضوع سے کنارہ کش نہ ہو جائیں۔ دیکھئے مطابق عہد آپ نے قرونِ ثلثہ سے ہی موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہ ہیئتِ کذائیہ ثابت کرنا ہے، اور ہمارا بھی یہی مطالبہ تھا کہ اگر فرض ہے تو قرآن پیش کیجئے، سُنّت ہے تو حدیثِ رسولؐ اور سُنّت آئمہ ہے تو آثار آئمہ کرام اور بس۔

ناظرین کرام! مولوی اسمٰعیل کی اس عبارت کو کبھی آپ نہ بھولیں۔ مولوی صاحب ثابت کر کے دکھلائیں گے کہ آئمہ کرام میں سے سیدنا حسینؓ اور حضرت زین العابدینؒ ہر محرم کے عشرہ پر جلوس نکالتے تھے، گھوڑا سجاتے تھے، مصنوعی گنبد مجموعہ قراطیس ذحتب بناتے تھے، چند سیاہ اجسام لوگوں کو دائرہ میں کھڑا کرتے اور باقی لوگوں کو ارد گرد جمع کرتے، سیاہ لباس ہر دسویں محرّم کو پہنتے پہناتے تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں زنجیر دیتے، نوحے پڑھتے، غبار سر میں ڈالتے، شہر کے ہر گلی کوچے کا چکر لگاتے تھے۔ مستورات کے ہجوم سمیت ایک جگہ پہ جا کر قبے کو دفن کرتے اور تیسرے دن تیجہ اور چالیسویں دن چالیسواں کرتے رہتے تھے۔

پس اگر مولانا یہی افعال قرونِ ثلثہ سے بہیئتِ کذائیہ مشتمل بر واجب و سُنّت مستحب ثابت کر دیتے تو اپنے دعوے میں

چیت گئے ورنہ ایسے چت گرے کہ قیامت تک اُٹھ بھی نہ سکیں گے۔

صداقت:۔ ۵، جولائی ۱۹۵۶ء لکھتے ہیں ایام اللہ یعنی خدائی دن منانے کا وجوب سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرکے استدلال کیا ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب قبلہ اگر اس آیت سے آپ کا استدلال صحیح ہے تو آپ ایک صندوق موسیٰ کا تابوت بنا لیجئے۔ پھر جلوس نکال کر دریا پر لے جائیے۔ پھر دریا میں اس تابوت کو بہا دیجئے۔ پھر ایک فرعون کا مجسمہ بنا کر اس کے گھر کا نقشہ بنائیے۔ وہاں عورتیں جمع کرکے موسیٰ کے مجسمے کو دودھ پلوائیے۔ پھر تانگے پر سوار کرکے گھر آئیے تاکہ قرآن مجید کا مطلب آپ کی سمجھ کے مطابق پورا ہو اور آپ کا مذہبی فریضہ بھی پورا ہو جائے۔

پھر عاشورا کی عظمت کی بحث چھیڑ دی جس کے ہم منکر نہیں۔ اس کے بعد ہر سال زیارت قبور شہداء پر جاکر سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کہنا ثابت کیا ہے۔

تبصرہ:۔ پس آپ بھی ہر سال کربلا تشریف لے جاتے رہیئے اور وہاں جاکر بھی دعا پڑھیئے اور بس۔ مگر بتائیے تو سہی آئمہ کے نام پر

لوگوں کی جیب سے پیسے بٹور کر کتنی دفعہ کربلائے معلیٰ جانا نصیب ہوا کبھی بھی نہیں۔

؎

این مدعیان در طلبش بے خبر انند
آں راکہ خبر شد خبرش باز نیاید

پھر فاطمۃ الزہراؑ سے رونا اور دعا کرنا ثابت کیا تو اس سے ہمارا انکار کہاں ہے۔

مولوی صاحب! اپنا مذہبی فریضہ اور موجودہ مراسم عزاداری بہیئتِ کذائیہ قرونِ ثلثہ سے ثابت کیجئے اور انعام کے مستحق بنیئے۔ اِدھر اُدھر جانے کی ضرورت نہیں پھر آگے کی بحث چھیڑ دی حالانکہ یہ مسئلہ زیرِ بحث ہی نہ تھا۔ خواہ مخواہ اخبار کے کالم ہی پُر کر دیئے صداقت والوں کو چاہیئے تھا کہ کسی اہلِ علم کو اپنا سرپرست مانتے۔ مگر چونکہ مان چکے ہیں اس لئے اب ان بے چاروں کو اس کی ہر ردی تحریر شائع کرنی پڑتی ہے۔

پھر تصویروں کی بحث شروع کر دی اور گرجا کے اندر انبیاء علیہم السلام کی تصویریں ثابت کیں۔ حالانکہ ان سے میرے سوالات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے شبیہہ تعزیئے کے مذہبی فریضہ ہونے کا انکار کردیا۔ ہمارا مُدعا بر آگیا ۔ مذہب اہلِ سُنّت زندہ باد یعنی شبیہہ تعزیہ نہ واجب نہ فرض بلکہ مستحب ہے ۔ موجب زیادتی غمِ حسینؑ ہے ۔ صداقت ۲۰ر جولائی ۱۹۵۶ئہ ۔

اب مولانا اپنی کتابوں سے مستحب کی تعریف تحریر کریں اور شبیہہ کو اس تعریف کے مطابق مستحب کر کے دکھائیں ۔

حضرت مبلّغ اعظم کی تبصرہ پر تنقید

مولوی دوست محمّد قریشی کا وقار اعتبار تھا تو تنظیم میں بہت کچھ ہمارے تحریری اور تقریری مناظروں نے آپ کی حالت پتلی کردی پھر بھی برائے نام کچھ کرتے رہتے ہیں ۔ ماشاء اللّٰہ ہیں تو صدر مبلّغ مگر قلّتِ معلومات اور مذہب اہلِ سُنّت کا مبنی بر حقائق ہونا ، آپ کے بس کا روگ نہیں ۔ تقریری مناظروں میں تو غیر حاضرین کے سامنے غلط ملط ہوا باندھ لیتے تھے مگر جب سے تحریری سلسلہ شروع ہوا ہے بالکل ہی قلعی کھل گئی ہے ۔ اگر اعتبار نہ ہو تو ہمارے مضامین کے فائل سامنے رکھ کر آپ کے نام نہاد

جوابات بھی سامنے رکھئیے ۔ اگر زیادہ تسلّی مطلوب ہو تو ایک غیر جانبدار تعلیم یافتہ ثالث مقرر کر کے اس کو دونوں فائلیں دے دی جائیں ۔ اگر وہ کہہ دے واقعی میری ہر بات کا پورا جواب ہوگیا ہے تو مَیں مقررّہ انعام مولانا دوست محمّد صاحب کو دینے کے لئے تیار ہوں ورنہ مُفت میں منہ چڑاتا جولی نہیں کہلاتا اب ذرا ان کے جوابات کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے ۔

تنقید بر تبصرہ براہینِ ماتم

چنانچہ اخبار دعوت فاروقِ اعظم نمبر ۱۹ ہمارے دلائل کی نسبت لکھتے ہیں کہ دار المبلّغین ملتان کا ہر طالب علم دیکھ کر بے ساختہ ہنسنے پر مجبور ہوگیا ۔ مگر ہنسی کی وجہ نہیں بتلا سکے غلط ہے یا تنقیح طلب ہے یا ادلہ عقلیہ میں تقریب تام نہیں یا تصحیح نقل میں منقول عنہٗ کی طرف نسبت بیان میں صحت اور صدق نہیں یا پیش کردہ دلائل کے خلاف یہ معارضہ ہے یا اس میں یہ نقص ہے اور اس پر یہ شواہد ہیں ۔ فقط ہنسی ہے ۔

اس کی وجہ ہم بیان کرتے ہیں کہ عند المناظرہ ہنسی کا کیا مطلب ہوتا ہے چنانچہ رشیدیہ ص۷۹ میں ہے والسادس ان لا یضحک و لا یرفع الصوت ولا یتکلم بکلام السفہاء عند المناظرۃ

لانّھا من صفات الجھال وو ظائفھم لانّھم یستروون بھا جھلھم۔

ترجمہ:۔ کہ چھٹی وصیّت یہ ہے کہ مناظرہ کے وقت ہنسنا اور آواز بلند کرنا اور بیوقوفانہ کلام کرنا منع ہے۔ کیونکہ یہ جاہلوں کی صفتوں میں سے ہے اور ان کا وظیفہ ہے ۔ کیونکہ ان حرکات کے ساتھ وہ اپنی جہالت کو چھپاتے ہیں ۔

دار المبلّغین کے طلباء کے ہنسنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انکے استاد کو جواب نہیں آیا۔ لہٰذا وہ ہنسی ہیں اپنے اُستاد کی جہالت کو چھپانا چاہتے ہیں ۔

قریشی صاحب کے تبصرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس روایت کا غلط سلط بھی جواب نہ آیا، اسی کو چھوڑ دیا۔ باقی کچھ مضحکہ ہیں وقت گذارا۔ کچھ اپنی طرف سے غلط تاویلیں کیں نہ کوئی اصول نہ قاعدہ نہ آیت نہ حدیث بس جواب ہو گیا اصل جواب ہو بھی تو کہتے۔ مثلاً دَرباب بدعت مَیں نے قریشی صاحب کے سامنے عبارتیں نقل کیں ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے جو آٹھ عدد بدعات آپ کے شمار کئے ہیں۔ اگر بقول آپ کے سُنّت ہیں تو ان عبارات کا کیا مطلب ہے جن میں ان سب کا بدعت ہونا آپ کے علماء نے تسلیم کیا ہے یا ان بدعات کو تسلیم کر کے

بدعتی بنیئے یا اِن عبارات کا جواب دیجئے ورنہ آپ کا اقرار ہے۔ اگر ان میں لفظ بدعت نہیں ہے تو مجھے مطلع کیجئے ۔ رہا آپ کا تراویح کو حدیث علیکم بسنّتی وسنّت الخلفاء الرّاشدین سے سُنّت ثابت کرنا غلط ہے ۔ اگر آپ کی مُراد خلفاء الراشدین سے ثلاثہ ہیں تو فرمایئے جس کو آپ کا خلیفہ راشد خود ہی بدعت کہے وہ سنّت کیسے ہوئی ۔ اگر سُنّت ہوئی تو خلیفہ صاحب بدعت کیوں کہتے۔ فرمایئے! خلیفہ راشد کے قول پر تراویح بدعت ہوئی یا سُنّت، ذرا پوچھ کر جواب دو۔

اگر بخاری شریف میں لفظ بدعت بقول عمر نہیں تو صفحہ سطر دوبارہ پُوچھ لو۔ سُنّت کا اطلاق قول و فعل دونوں پر ہوتا ہے ۔ بقول عُمر بدعت ہم نے ثابت کر دیا اور خلیفہ صاحب کا خود تراویح پڑھنا یا پڑھانا آپ ثابت کیجئے۔ ورنہ بقول خلفاء الراشدین بھی بدعت ثابت ہوئی۔ آپکا یہ کہنا کہ میں قیاس اور اجماع کو مان گیا ہوں، سُنیئے استدلال اور الزام مسلّمات خصم سے ہوتا ہے ۔ ذرا آنکھیں کھول کر بات کیجئے تحریری مناظرہ ہے حلقہ وعظ نہیں ۔ آپ نے خلافتِ ثلاثہ جس طرح جھوک دائیہ میں ثابت کی تھی اس کا زندہ ثبوت محمّد خان گاڈی اور غلام رسُول نمبردار جھوک دائیہ کے شیعہ ہو جانے سے صاف ظاہر ہے۔ رہی سہی کسر مباہلہ والے اشتہار نے

نکال دی تھی۔ اور محمدؐ خان کی تحریر کی نقل شائع کرنے پر آپکا دیوالیہ جیسے نکلا
پاکستان میں مشہور رہے۔ گھر میں بیٹھ کر باتیں بناتا اور چیز ہے میدانِ مناظرہ
اور چیز ہے۔ وہاں تو دلائل سے گھبرا کر آپ نے اپنے پچھلے بزرگ بھی شیعہ بنا دیئے
شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بھی گت بنا دی تھی۔ بخاری و مسلم کی صحت سے انکار کر دیا تھا
زہری کو شیعہ بنا کر دیوبند سے فتویٰ لگا لیا تھا۔ اور مناظرہ کوٹ سمابہ میں اپنے
تفسیر مظہری میں بحث متعہ بھی پڑھ لی تھی، کتاب بھی مانگی تھی، دیکھی بھی تھی جس کا
جواب آجتک ندارد رہا۔ آپکا یہ قول کہ ان امور کو جمع رسولِ کریمؐ نے کیا تھا یا
آئمہ کرام نے، اس کا جواب دے چکا ہوں کہ مسئلہ عزاداری فقہ سے متعلق ہے
شیعہ سنی فقہ کے اصول سامنے رکھ کر جس چیز کا ثبوت چاہو مانگ لو رونے کا پیٹنے کا
زنجیر مارنے کا شبیہہ تعزیہ کا جلوس نکالنے کا۔ اگر عرض نہ کر سکا ہوں تو ہارا۔ اگر
صرف جمع کا سوال ہے باقی سب کچھ مان گئے تو فرمایئے قرآن مجید کس نے جمع کیا،
حدیث کس نے جمع کی، موجودہ نماز کی ہر چیز کس نے جمع کی تفصیل وار سامنے
رکھ کر جواب دیجئے پھر عزاداری کی جمع پوچھئے۔ آپکا یہ فرمان کہ آپ بدعت کے حقیقی مفہوم
سے ہی جاہل ہیں، الجواب سر تسلیم خم، میں جاہل ہی سہی، آپکے ان علماء کا کیا ہے جنہوں
نے ان چیزوں کو بدعت لکھدیا اور میں نے جو شرح نودی صحیح مسلم سے بدعت کا مفہوم
اور تقسیم لکھی تھی اسکے جواب کو جناب نے چھیڑا تک نہیں وجہ بیان فرمایئے۔

مولوی دوست محمدؐ کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیئے یا مولوی محمد اسمٰعیل کو لکھتے ہیں
کہ مولوی صاحب قبلہ اگر اس آیت سے آپکا استدلال صحیح ہے تو آپ ایک صندوقِ موسیٰ کا
تابوت بنایئے پھر جلوس نکال کر دریا پر لے جایئے، پھر دریا میں اس تابوت کو بہا دیئے
پھر ایک فرعون کا مجسمہ بنا کر اسکے گھر لے جایئے تا کہ قرآن مجید کا مطلب آپکی سمجھ کے مطابق پورا ہو جائے۔
معلوم ہوتا ہے کہ قریشی صاحب نے ذکرھم بایام اللہ کی آیت کو پیدائشِ موسیٰ کی
تقریب اور تشبیہہ کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس آیت کا تعلق
پیدائشِ موسیٰ سے نہیں نہ ہم نے لکھا ہے، نہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے نہ حدیث سے
بلکہ یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ یہ وہ دن ہے جس دن موسیٰ کو حکم ہوا۔
ان اخرج قومک من الظلمات الی النور اور صاف طور پر قرآن حکیم
میں ذکر ہے اذا نجا کم من اٰل فرعون و قومہ۔
یوم عاشورہ وہ دن ہے جس دن ظلمِ فرعون سے نجات ہوئی اور صحیح
مسلم سے عبارت بھی ہم نے نقل کر دی تھی کہ ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ
موسیٰ و قومہ و غرق فرعون و قومہ۔
یوم عاشورہ کا وہ دن ہے جس دن موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات ہوئی اور
فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔
اب فرمایئے! یہ عاشورہ غرقِ فرعون اور نجاتِ موسیٰ کا دن ہے یا پیدائشِ موسیٰ کا

دن کہ دُودھ پلانے کی تشبیہ بنائی جائے۔ اللہ اکبر یہ تو وہ دن ہے جس میں خدا نے بنی اسرائیل کے مصائب یُوں پڑھے یسومونکم سوء العذاب اے بنی اسرائیل تم کو بُرا عذاب چکھاتے تھے یذبّحون ابناءکم تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے ویستحیون نساءکم اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ معلوم ہوا! روزِ عاشورہ مصائب کا دن ہے مگر قریشی صاحب پیدائش موسیٰ کا دن سمجھ کر دُودھ پلانے کی شبیہہ بنانے لگے اَب فرمائیے! مجھ کو عقل کا ماتم کرنا چاہیئے یا قریشی صاحب کو جن کو یہ پتہ بھی نہیں کہ یہ کس دن کا تذکرہ ہے۔ یہ ہے حضرت کی تحقیق اور جواب کو ان کے مرید بھی غور سے سن لیں من ضحک ضحک۔ الغرض قریشی صاحب! رونا، پیٹنا، شبیہہ تعزیہ بنانا، جلوس نکالنا، روزِ عاشورہ رونا سب کچھ مان گئے ہیں ورنہ جس چیز کا ثبوت چاہیں مانگیں بس حاضر ہوں۔ اگر میری تمام عبارت کا حل بعلم اصول پیش کر دیں قابلِ انعام ہیں باقی ماتم بانی شور و شین قرونِ ثلاثہ میں جاری ہو چکا تھا۔ مزید دیکھو اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ صـ۱ "اوّل کسے کہ رسُوم ماتم عاشورہ و نوحہ و شیون بر آورد مختار است"۔ یعنی جس نے سب سے پہلے ماتم عاشورہ کی بنیاد بانی شور و شین رکھی وہ امیر مختار ہے۔ اب بتائیے امیر مختار کس زمانہ میں تھا امام زین العابدین علیہ السلام اور محمد حنفیہ کا انکار دکھلائیے۔ ورنہ اس اثبات کے کیا معنی۔ دیکھو اپنی کتاب تاریخ ابنِ کثیر صـ۲۶۵ جلد ۸

ثمّ انفذوا طائفة منهم الی محمد بن الحنفية يسالونه عن امير المختار قال لهم مالا نكره ان ينصرنا الله بمن شاء من خلقه۔ یعنی پھر ایک وفد محمد بن حنفیہ کی طرف آیا۔ انہوں نے امیر مختار کی نسبت دریافت کیا۔ کہ کیا آپ نے فرمایا۔ تحقیق ہم بُرا نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ جسکے ذریعے چاہے ہماری مدد کرے۔ اب فرمائیے مختار مددگارِ آلِ محمد ہوا یا نہیں۔ اسکا قصد نصرت آلِ محمد ہے یا نہیں۔ اس نے ماتم بانی ہیئت کذائیہ کرایا یا نہیں۔ یہ ہے آپکے جواب طفلانہ کی حقیقت

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مُبلّغ اعظم اکیڈمی کی دیگر مطبوعات

فتوحاتِ شیعہ

مُبلّغ اعظم مولانا محمّد اسماعیل قدّس سرّہ کے شاہکار مناظروں کا عظیم مجموعہ

قیمت ۴۰ روپے

مجموعۂ تقاریرِ مبلّغِ اعظم

مولانا محمّد اسماعیل مرحوم کی مخصوص و مکمّل مجالس کا نادر مجموعہ جس میں ختمِ نبوّت کے موضوع پر شہرت یافتہ تاریخی تقریر بھی شامل ہے۔

قیمت ۲۸ روپے

تفسیرِ خلافت

مسئلہ خلافت پر مُبلّغ اعظم کے انقلابی قلم کا شاہکار

قیمت ۲۵ روپے

حدیث انا مدینة العلم کی علمی تحقیق و توثیق

بجواب مولانا مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی

از قلم مُبلّغ اعظم مولانا محمّد اسماعیل مرحوم قیمت ۱۰ روپے

دس مجلسیں

مولانا سیّد غلام عسکری لکھنوی کی بلند پایہ تقاریر کا عظیم مجموعہ

قیمت ۳۰ روپے

ناشر: مُبلّغ اعظم اکیڈمی 5-R-22 سیٹلائٹ ٹاؤن جوہر آباد فون 2049